جامعہ فریدیہ، اسلام آباد کی جانب سے

بنام

انجینئر ملک بشیر احمد بگوی صاحب ایک خط پر

تبصرہ

شوکت علی قاسمی

ادارہ فرقان صوابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علیٰ من لانبی بعده وعلیٰ من صحبه وسعیٰ وعلیٰ من تبعهم بعده لنشر التوحید والهدیٰ اما بعد! راقم فقیر کو محترم جناب انجینئر ملک بشیر احمد بگوی صاحب کی طرف سے ای میل کے ذریعے ایک تحریر موصول ہوئی جو کہ جامعہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد کے مفتیان کرام کی جانب سے محترم بگوی صاحب کے نام لکھی گئی تھی۔ یہ تحریر درحقیقت ایک خط کا جواب تھی جسے بگوی صاحب نے اس سے پہلے دائمی نقشہ اوقات نماز کے حوالے سے جامعہ مذکورہ کے بزرگوں کے نام بھیجا تھا۔بگوی صاحب نے کیا لکھا تھا؟ ان بزرگوں نے اس کے جواب میں کیا تحریر فرمایا تھا؟ ہم یہاں فریقین کے ذاتی بیانات کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔البتہ جامعہ کے خط میں جس موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے اس کا تعلق ''اوقات نماز'' کے ساتھ ہے جو کہ کسی کی ذاتی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔چنانچہ یہ سیاہ کار یہاں جس بات کو بیان کرنا چاہتا ہے وہ جامعہ کی طرف سے جوابی خط میں صبح صادق کی بحث پر ''تبصرہ'' کرنا ہے۔ذیل میں جناب محترم انجینئر ملک بشیر احمد بگوی صاحب کے نام جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام کا خط نقل کیا جارہا ہے۔

تاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ ھ بمطابق : ۲۰۱۲-۳-۱۹ ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی انجینئر بشیر احمد بگوی صاحب

بعد از سلام مسنون آپ کا مکتوب بعنوان ''جواب مطلوب ہے'' جامعہ فریدیہ ای سون اسلام آباد کے مہتمم، نائب مہتمم اور رئیس دارالافتاء کے نام موصول ہوا جو ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے جن میں سے نصف کا متعلقہ موضوع سے کوئی تعلق اور واسطہ بھی نہیں ہے۔خط کو پڑھا بار بار پڑھا تو اس میں ''نسخہ کیمیا''، ''میراث کی ترغیب'' پھر یہ دعویٰ کہ ''میراث کے لئے کسی کتاب کی ضرورت نہیں میراث قرآن میں اور قرآن سینہ میں''، فلکیات کے حوالے سے یہ دعویٰ اور فتویٰ کہ ''مروجہ نقشوں میں صبح کاذب کو صبح صادق لکھا گیا''، شاعرانہ انداز میں طنز اور مفتی اعظم پاکستان پر تنقید کہ ''مفتی محمد شفیع اگر اس کی شرعی حیثیت کو بطور صبح کاذب مان لیتے تو گیارہ علماء کرام کے ساتھ ٹنڈو آدم کا سفر اختیار نہ فرماتے انہوں نے رجوع کیا تو بلا دلیل'' پھر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاؤں دبانے اور خدمت کا تذکرہ اور مفتی رشید احمدؒ کی شاگردی کا تذکرہ اور امتیاز۔ یہ آپ کے مکتوب کا خلاصہ ہے۔

جناب محترم! ہمیں نہ علمی برتری کا دعویٰ ہے نہ شعر وشاعری سے وابستگی ہے۔اکابر کے احترام واکرام کو ہم بھی سعادت سمجھتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اکابر کی جوتیاں سیدھی کرنے کے مواقع ہمیں بھی عنایت فرمائیں یہ ایک سعادت ہے لیکن اس کی بنیاد پر علمی تفوق کا دعویٰ یا مفتی بن جانا، اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ جیسے جید عالم دین پر طنز کرنا معنی خیز لگتا ہے۔ میراث کے حوالے سے آپ کی مہارت،

آئے دن تبدیلیاں پہلے سراجی جیسی کتاب کو بے کار قرار دینا پھر اسی کے طرز کو''السراجی فی ثوب جدید''اپنانا۔ایک دن میں آزمائش کی شرطیں سب کو معلوم ہے۔یہ آپ کا ہی کمال ہے کہ ۴۸ منٹ میں کسی کو ماہر میراث یا مفتی میراث کی سند تک جاری فرمادیتے ہیں۔محترم عرض ہے کہ میراث سمجھنے کے لئے جہاں قرآن میں بیان کردہ اصول سمجھنا ضروری ہے وہاں احادیث اور فقہی اصول اور ضابطے سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ یہ ایک مکمل علم ہے مرتبہ کے اعتبار سے اس کو نصف علم قرار دیا گیا ہے۔ یہ اتنا سیدھا سادھا ہرگز نہیں جتنا باور کرایا جارہا ہے، یہ کوئی کیلکو لیٹر کے ذریعہ جمع وتفریق کا نام نہیں ہے اس کے لئے قرآن،سنت،اجماع امت اور ایک قول کے مطابق قیاس سے بھی واقفیت ضروری ہے۔صاحب الفقہ الاسلامی لکھتے ہیں:واما استمداده فهو من الكتاب والسنة والاجماع وليس للقياس او الاجتهاد فيه مدخل الا اذا صار مجمعا عليه والواقع ان الفقهاء استعملوا لقياس فى مسائل الميراث(ص : ۷۶۹۸ ج ۱۰)

آمدم برسرے مطلب: صبح صادق کے حوالے سے ہمارے علماء کے دو قول اور رائے ہیں۔

۱۔جب سورج ۱۸ درجے زیر افق ہو تو صبح صادق کا وقت طلوع ہوتا ہے۔

۲۔جب سورج ۱۵ درجے زیر افق ہو تو صبح صادق کا وقت طلوع ہوتا ہے۔

مقدم الذکر قول جمہور اہل علم وفن کا ہے۔گذشتہ زمانہ قریب میں یہ قول شیخ

الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ، مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی رضاءُ الحق صاحب مدظلہ کا ہے

مؤخر الذکر قول حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کا ہے۔ جس کو آپ نے اختیار کیا ہوا ہے۔ بظاہر آپ کی رائے میں پہلے شدت نہیں تھی لیکن ۲۰۰۷ء میں انجینئر نفیس احمد صاحب اسلام آباد جب تشریف لائے تو ان سے باہمی گفتگو کے بعد آپ نے ۱۵ درجے کی رائے کو اپنایا اور اس میں شدت اختیار کر لی۔ پہلے قول کے قائلین کو نماز خراب کرنے والا بتایا ان کی تغلیط کی اور ان کی تحقیق اور دیانت پر سوالات اٹھائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحبؒ، ابتداء میں بقول مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی رائے کی طرف مائل ہوئے تھے۔ تاہم یکے بعد دیگرے مشاہدات، مکمل تحقیق و جستجو کے بعد انہوں نے بالجزم ۱۸ ڈگری والے قول کو

اختیار کیا۔ چنانچہ فتاویٰ عثمانی میں تحریر ہے۔

" قد وقع تحقيق مسئلة وقت الصبح الصادق فی زمن والدی الشيخ المفتی محمد شفيع والشيخ البنوری وكانا فی اول الامر قد مالاالی رأی شيخنا المفتی رشيد احمد ولكن بعد المشاهدات المتوالية ومراجعة كتب الفقه والحساب عدلا عن رأيه المشاهدة التی ذكرهاشيخنا المفتی رشيد احمد فهی مشاهدة تندوآدم وكانت احدی المشاهدات ما بين عدة مشاهدات وكان مطلع الشمس اذذاك مغبرا ولم يكن احد يری ان هذه المشاهدة كافية للوصول الیٰ نتيجة حاسمة فلا ينبغی التعويل عليها، فتاویٰ عثمانی " (ص: ۳٦۳،ج:۱)

ابتداء میں اس اختلاف کے باوجود مذکورہ بالا اکابرین میں محبت اور تعلق کا رشتہ قائم رہا حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے دوسروں کی تغلیط اور اپنی رائے پر اصرار ہرگز نہیں فرمایا۔ اس کی تفصیل جامعۃ الرشید سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ خود حضرت کی تحریرات سے اس کا پتہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ کہ اس اختلاف کی اہمیت ایک رائے میں اختلاف کے سوا کچھ نہیں تھی۔ بقول انجینئر سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب کے آخر کار حضرت رشید احمد لدھیانویؒ نے اپنے موقف میں تبدیلی فرمائی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے مقالہ ''صبح صادق اور صبح کاذب کا تحقیقی جائزہ'' میں لکھتے ہیں:

" 1983 میں احقر کو اس اختلاف کا پتہ چلا اس لئے کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے مشاہدات کا پروگرام بنایا تو رمضان شریف میں تقریباً ایک مہینہ صبح صادق کے مشاہدات کئے اور تقریباً چھ مہینے شفق احمر کے مشاہدات کئے۔ صبح صادق کے مشاہدات میں جب ہفتہ دس دن کے بعد آنکھیں مشاہدات کے ساتھ مانوس ہوگئین تو 18 درجے کے قول کی تصدیق ہوگئی اور 15 درجے کا قول ضعیف محسوس ہوا۔ اس نتیجے میں زیادہ قوت اس وقت آئی جب دو دفعہ 15 درجے کے وقت سے پہلے سرخی نظر آئی جبکہ ایک دفعہ ساڑھے پندرہ اور ایک دفعہ ساڑھے سولہ درجے کے مطابق شفق احمر غروب ہوا۔ نیز ان مشاہدات کے ذریعے یہ بھی معلوم ہوا کہ شفق احمر کے لئے کوئی خاص درجہ متعین نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ساڑھے بارہ اور ساڑھے سولہ درجے کے اوقات کے درمیان کسی بھی وقت غائب ہوسکتی ہے تو یہ بات پایہ تحقیق تک پہنچ گئی کہ 15 درجے کا قول تو صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ پندرہ درجے کے وقت سے پہلے چاہے سال میں ایک دن بھی سرخی نظر آئے تو 15 درجے کا قول صحیح نہیں کہلائے گا اور اس سے زیادہ کے اقوال میں بحث منتقل ہوجائے گی۔ اسی طرح شفق احمر کی بات بھی ہے کہ پندرہ درجے کے بعد چاہے ایک دن بھی شفق احمر موجود رہے گا تو پندرہ درجے والا قول صحیح نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ شفق ابیض کبھی بھی شفق احمر سے پہلے غائب نہیں ہوسکتا اور درجات کے لحاظ سے شفق ابیض اور صبح صادق کے اوقات ایک ہی ہیں یعنی دونوں

ایک درجہ کے مطابق واقع ہوتے ہیں پس اگر شفق ابیض کا غروب 18 درجے کے مطابق پایا گیا تو صبح صادق بھی 18 درجے کے مطابق ہوگی۔ یہ ساری تفصیل جنوری 1984 کو حضرت مفتی رشید احمدؒ کے سامنے پیش کی گئیں۔ حضرت اس وقت خاموش رہے لیکن دو تین دن کے بعد جب احقر استفادے کی نیت سے حاضر ہوا تو حضرت نے انتہائی عالی ظرفی کا مظاہرہ کر کے اس مسئلے میں اپنے تشدد کے چھوڑنے کا ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ میں پہلے صرف 15 درجے کے قول کو ہی واقعی قول سمجھتا تھا لیکن اب 18 درجے کے قول کو بلکہ 19 درجے کے اقوال کو بھی نظر انداز نہیں کررہا ہوں۔ اس لئے مجھ سے فرمایا کہ بہتر ہے کہ عشاء تہجد اور روزہ 18 درجے کے مطابق ہوں اور فجر کی نماز میں 15 درجے کے قول کی رعایت کی جائے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بیمار ہوں سفر نہیں کرسکتا لیکن اگر آپ اس مسئلے کے لئے مجھے کسی وقت بلانا چاہیں تو بلا سکتے ہیں، میں حضرت کی عالی ظرفی پر حیران تھا لیکن یہ ایک بڑی خوشگوار تبدیلی تھی'' (ص ٦)

جناب محترم بگوی صاحب جب آپ کی طرف سے اس مسئلہ کو دوبارہ زور وشور سے اٹھایا گیا تو راولپنڈی اسلام آباد کے ذمہ داران مدارس اور دارالافتاء نے اس کو سنجیدگی سے لیا انفرادی طور پر کئی علماء کرام نے آپ کو اپنا نام استعمال کرنے سے روکا باز نہ آنے پر پہلے جامعہ محمدیہ F-6/1 اسلام آباد اور پھر صدیق اکبر مسجد الہ آباد راولپنڈی میں جمع ہوئے۔

مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب کی زیر صدارت جامعہ فریدیہ اسلام آباد، دارالافتاء لال مسجد، جامعہ محمدیہ اسلام آباد، جامعہ دارالہدیٰ اسلام آباد، دارالعلوم زکریا راولپنڈی جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی، جامعہ علوم شرعیہ راولپنڈی، دارالافتاء ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی کے مفتیان کرام نے آپ اور سید شبیر احمد کا کا خیل کو فنی اعتبار سے معلومات کے لئے بلایا آپ نے یہ کہہ کر شرکت سے انکار کرلیا میں کوئی عالم نہیں ہوں یہ کام مفتیان کرام کا ہے انہی کے فتووں کی وجہ سے میں نے یہ رائے قائم کی ہے اگر وہ اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں تو میں بھی ان کا پابند ہوں گا یہ گفتگو آپ کی پیر عزیز الرحمٰن صاحب سے درج بالا مدارس کے ذمہ داروں اور مفتیان کرام کی موجودگی ہوئی جس میں ہم بھی موجود تھے جب آپ نے تشریف آوری سے انکار کیا تو تمام علماء کرام نے اس نازک مسئلہ میں قدیم وجدید فتاوٰ جات اور مشاہدات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ اس حوالے سے ہم تمام حاضرین / اکابر علماء کرام مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ سمیت جمہور کے موقف کو شرعی نقطہ نظر سے درست سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس حوالے سے 18 درجے زیر افق والی رائے حتمی ہے۔ اس کے خلاف مؤقف سے حاضرین میں سے کسی کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی شخص کسی کا نام اپنی تائید کے لئے استعمال کرے بعد میں سید شبیر احمد

کا کاخیل صاحب نے بحیثیت فنی ماہر کے علماء کے اس فیصلے کی تائید وتصویب کی اور سب حاضر علماء کرام ومفتیان نے اس فیصلہ پر دستخط بھی کردیئے۔اس فیصلے کی کاپی آپ کو یقیناً مل چکی ہوگی۔اجلاس میں آپ کی طرف سے بعض علماء کرام ومفتیان کرام کے نام اپنی حمایت میں استعمال کرنے پر خدشات ظاہر کئے گئے۔اکثر حضرات نے یہ نوٹ کیا کہ منع کرنے کے باوجود ان کا نام تاہنوز استعمال کیا جارہا ہے آپ کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کے ساتھ بھی کچھ اس طرح کا رویہ اختیار کیا گیا۔مفتی صاحب نے آپ کو بار بار نام استعمال کرنے سے روکا لیکن آپ پھر بھی ان کے (نام) کو استعمال کررہے ہیں۔

آنجناب نے مطبوعہ نقشوں میں اپنی حمایت میں جو نام لکھے ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض خانہ پری کے طور پر لکھے گئے ان میں سے کئی افراد کا نہ تو فتویٰ کے سلسلہ سے تعلق ہے اور نہ ہی فن فلکیات سے۔ ہمارے جامعہ فریدیہ کے تین طلبہ کے نام بھی بمعہ ٹیلیفون نمبر آپ نے بلاوجہ خط (ص:۸) میں تحریر کئے وہ آپ سے زبانی طور پر نام بلاوجہ استعمال کرنے سے روکتے رہے۔ان کی تحریرات بھی ہمارے پاس موجود ہیں تاکہ بوقت ضرورت ان کا موقف سامنے لایا جاسکے۔ جناب محترم: آپ نے پتہ نہیں مولانا فضل اللہ صاحب استاذ جامعہ فریدیہ کا حوالہ (ص:۶ پر) کس تناظر میں دیا ان سے جب استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ”میں نے

بگوی صاحب کے موقف کی حمایت ہرگز نہیں کی سوائے اس کے کہ اسے اتنا کہا تھا کہ صبح کے اوقات میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں طلوع فجر سے وقت فجر کی ابتداء ہوتی ہے جب کہ انتہاء طلوع آفتاب پر اس سے قطع نظر کہ طلوع فجر کس وقت ہے'' نہ معلوم اس گفتگو سے آپ نے اپنی تائید کیسے حاصل کر لی

گرامی قدر محترم بگوی صاحب! آپ کو اگر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی تحقیق پر اعتماد ہے تو بے شک اس پر عمل کریں۔ تاہم اکابر علماء کرام یا ان کی رائے پر طنز یا طعن و تشنیع کرنا کسی طرح بھی درست نہیں اس کی واضح مثال آپ کے خط (ص:۲) میں ''بروجی روشنی اور مفتی اعظم عنوان'' کے تحت لکھی تحریر ہے۔ آپ نے لکھا ''بروجی روشنی کے وجود سے کسی کو انکار نہیں مفتی محمد شفیع اگر اس کی شرعی حیثیت کو بطور صبح کاذب مان لیتے تو گیارہ علماء ساتھ لے ٹنڈو آدم کا سفر اختیار نہ فرماتے انہوں نے رجوع فرمایا تھا تو بلا دلیل بروجی روشنی سے رجوع تو تب بھی نہیں 'فاین تذھبون''۔

صبح صادق، مشاہدہ ٹنڈو آدم اور اکابر کی رائے کے حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ جو خود بھی مشاہدات میں موجود رہے تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کا خط ملا صبح صادق کے مسئلے پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب قدس سرہ کے زمانے میں مہینوں تحقیق جاری رہی جس میں مشاہدات بھی کیے گئے اور حساب تحقیق بھی کی گئی آپ نے

ٹنڈو آدم کے جس مشاہدے کا ذکر فرمایا ہے وہ متعدد مشاہدات کا ایک مرحلہ تھا کوئی حتمی مشاہدہ نہیں تھا اس وقت یہ بات سب پر واضح تھی کہ مطلع گردآلود ہونے کی بنا پر اس مشاہدے کو کسی حتمی فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے۔اس کے بعد بھی متعدد مشاہدات کئے گئے کتابی تحقیق بھی ہوئی بالآخر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے اختلاف اور اس پر عدم اطمینان کا اعلان فرمایا اس کے بعد انہیں حضرات کے حکم سے خود احقر (مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ) نے ایک مفصل تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی خدمت میں بھیجی جس میں ان بزرگوں کے فیصلے کی وجوہ عرض کی تھیں حضرت مدظلہم کی طرف سے اس تحریر کا کائی جواب بھی موصول نہیں ہوا۔بہرصورت یہ مسئلہ مہینوں کی محنت اور تحقیق و مشاہدے کے بعد کم از کم ہماری حد تک واضح ہوگیا۔افسوس ہے کہ اس کے باوجود ہر موقع پر ٹنڈو آدم کے اس ناتمام مشاہدے کی بنیاد پر بزرگوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اور ان حضرات کی بعد کی تحریروں، مشاہدات اور زبانی گفتگو کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا۔بہرکیف اگر کسی کو حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی تحقیق پر اعتماد ہے تو بے شک اس پر عمل فرمائیں، لیکن مذکورہ بزرگوں کے مؤقف کو اندھی تقلید قرار دینا اور ان کے وفات یافتہ بزرگوں کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

''(فتاویٰ عثمانی ص:۳۵۶؍ج:۱)

محترم جناب بگوی صاحب ! نسخہ کیمیا کے تحت تحریر'' سحری لمبی روزہ چھوٹا،عشاء پہلے فجر بچاؤ، (ص:۷) کے بارے میں عرض ہے کہ کسی مسئلہ میں حلت وحرمت کا اگر کہیں اختلاف ہوجائے تو حرام میں مبتلا ہونے سے بچاؤ میں ہی احتیاط ہے۔خصوصاً جبکہ ایک کو چھوڑ کر جمہور اہل علم وفن اس معاملہ میں حرمت کے قائل ہوں تو اس صورت میں معاملہ اور نازک بن جاتا ہے۔سحری کے جس وقت میں آپ لوگوں کو کھانے کی کھلی چھٹی عطاء فرما رہے ہیں وہ پندرہ سے بیس منٹ جمہور علماء کرام فجر کا حصہ قرار دے رہے ہیں۔اب آپ ہی فیصلہ فرمادیں مذکورہ بالا فقہی ضابطہ اور احتیاط پر آپ کا کتنا عمل ہے؟ اور اس وقت جو کوئی کھانا کھائے گا یا پانی پیئے گا تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟ کہیں حدیث مبارک " من افتیٰ بغیر علم کان اثمه علیٰ من افتاه '' کا مصداق تو نہ ہوگا۔

باقی جہاں تک تعلق ہے فجر بچانے کا تو اس کا خیال علماء کرام نے پورا پورا رکھا ہے۔چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں''احتیاط اس میں ہے کہ موجودہ نقشوں کے مطابق سحری کا وقت ختم ہوجائے تو فوراً نماز فجر نہ پڑھیں بلکہ دس پندرہ منٹ انتظار کرکے پڑھیں تا کہ صبح صادق بلا اختلاف ہوجائے تاہم اگر کسی نے فوراً نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوجائے گی''(فتاویٰ عثمانی،ص:۳۶۲؍ج:۱)

عملاً بھی یہی کچھ ہوتا ہے کہ چار سے پانچ منٹ اذان پر لگ جاتے ہیں لوگ جمع ہوتے ہوتے اور سنتیں ادا کرتے کرتے مزید دس منٹ تک کا وقفہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے نماز ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی احتیاط میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ آپ کی رضامندی بھی بظاہر اسی میں ہونی چاہیئے بصورت دیگر ہم دعا ہی کر سکتے ہیں۔ آپ سے التجاء ودرخواست کرتے ہیں کہ لوگوں کے روزوں کو ضائع کرنے کی کوشش نہ کریں احتیاط کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوکر اپنے آپ کو بچائیں۔ اسی حق کی تبلیغ کریں اور اسی کے مطابق بولیں۔

محترم جناب بگوی ؛ یہ عاملہ جہاں فنی ہے وہاں شرعی بھی ہے۔ شرعی حیثیت کے حوالے سے جمہور علماء کرام اور ممتاز اداروں نے اس مسئلے پر تحقیقات کیں۔ چنانچہ رابطہ عالم اسلامی کی تحقیق کے مطابق فجر اس وقت طلوع ہوتا ہے جب سورج ۱۸ درجے زیر افق ہو جامعہ ام القری مکۃ المکرّمۃ اور الهيئۃ العامۃ المصریۃ للمساحۃ کی ۱۹ اور ۱۹.۵ درجے زیر افق ہے ان ہی اقوال کی بنیاد پر سعودی عرب سمیت دیگر بلاد اسلامیہ میں عمل ہو رہا ہے۔

”واقرب الاقوال الفلكية ان الفجر الصادق يبدء عند ماتكون زاوية الشمس تحت الافق الشرقى ١٨ درجة وهو ماحدده قرار المجمع الفقهى الاسلامى برابطة العالم الاسلامى رقم ٦ فى دورته التاسعة المنعقدة ١٤٠٦/٧/١٩ ه“ (الدرر السنية)

" الفجر او الشفق عند ماتكون غير بعيدة تحت الارض فان ضوئها يصل الى الارض منعكسا ومتشتتا بواسطة الغلاف الجوى العلوى وتعرف الفترة التى تحدث اثنا ئها هذه الاضاءة الفجر او الشفق ويعتبر انه يبدء عادة فى الصباح او ينتهى فى المساء عند مايكون مركز الشمس تحت الافق بمقدار ۱۸ درجة

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کتاب حل الدقائق فی تحقیق الصبح الصادق ۔رسالہ صبح صادق اور فتاویٰ دار العلوم زکریا جلد دوم (ص:۵۱)

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں والصبح اذا تنفس کے تحت لکھتے ہیں:"

ان تنفس الصبح وضياء بواسطة قرب الشمس الىٰ الافق الشرقى بمقدار معين وهو فى المشهور ثمانية عشر جزأ" (ص: ٦٨/ ج: ١٥)

جناب محترم بگوی صاحب: اس ساری تفصیل کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ ہماری رائے اس حوالے سے جمہور علماء کے مطابق ہے اس لئے ہم طلوع صبح ۱۸ درجے زیر افق قول کے قائل ہیں۔اس قول کو ہم تتبع اقوال و تحقیق کے بعد راجح اور درست سمجھتے ہیں۔جمہور علماء اور اہل فن نے جو اس حوالے سے رائے اپنائی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بنا بر احتیاط ہے۔نعوذ باللہ یہ رائے کسی ہٹ دھرمی یا جہالت پر ہرگز مبنی نہیں۔

عرب اور عجم کے ممتاز علماء کرام نیز فلکیات کے مسلم اور غیر مسلم ماہرین کی اکثریت ۱۸ درجے زیر افق والے رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔آپ موجودہ

دور کے تیز ترین ذرائع ابلاغ سے اس کی تحقیق کر سکتے ہیں۔

آنجناب نے اپنے خط میں دارالافتاء جامعہ فریدیہ اسلام آباد اسلام آباد سے جاری شدہ جس فتوے کا حوالہ دیا ہے اس میں صراحت کے ساتھ اگرچہ پندرہ درجے زیرافق قول کی تائید تو نہیں ہے اور نہ ہم اس کے کبھی قائل رہے ہیں تاہم فتوی کے مندرجات سے ۱۵ درجے زیرافق قول کی تائید کا تاثر ابھرتا ہے۔اس لئے جمہور علماء کرام اور اہل فن کے اقوال وتحقیقات کی موجودگی میں ہم واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ ہماری رائے اٹھارہ درجے زیرافق کی ہے اور اسی رائے کو ہم مبنی براحتیاط سمجھتے ہیں۔لہٰذا ہماری طرف منسوب کرکے آئندہ اٹھارہ درجے زیرافق کے خلاف کوئی قول نقل نہ کیا جائے۔اختصار کی خاطر انہی چند وضاحتی سطور پر اکتفاء کرتے ہیں اس سے زائد تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ فقط و اللہ الھادی الصراط السوی۔

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

حضرت مولانا مفتی عبدالنور صاحب حضرت مولانا مفتی محمد طارق صاحب

حضرت مولانا مفتی محمود الرحمٰن صاحب حضرت مولانا مفتی محمد خلیق صاحب

خط مذکور کا خلاصہ:

جامعہ فریدیہ کے ذمہ داروں کی طرف سے مذکورہ بالا خط مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے:

(۱)......۱۸ درجے کا قول جمہور امت کا ہے۔

(۲)......اکابر بزرگوںؒ کا جو رجوع مشہور ہے وہ درحقیقت رجوع نہیں بلکہ تحقیق کی

تکمیل تھی ، اور جو فتویٰ ۱۵ درجے کے حق میں صادر فرمایا تھا وہ ایک درمیانی کڑی کی حیثیت سے احتیاط پر مبنی تھا، نیز یہ ان بزرگوں کا ایک میلان تھا جو کہ بعد میں باقاعدہ تحقیق کے بعد رفع دفع ہو گیا۔لہٰذا بعد میں ۱۸ درجے کا فتویٰ تحقیق مکمل ہونے بعد ایک مستقل اور حتمی فیصلہ تھا نہ کہ کسی پچھلے فیصلے یا کسی مستقل موقف سے رجوع تھا۔

(۳)......حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ کے موقف میں نرمی وغیرہ

(۴)......راولپنڈی اسلام آباد کے جملہ علماء محققین نے اس نازک مسئلے کو لے کر اجتماعات ومجالس منعقد کر کے ۱۸ درجے اس پر اتفاق کیا۔

(۵)......جامعہ فریدیہ کے سابقہ فتوے سے ۱۵ کی تائید سے انکار تاہم یہ اعلان کہ آئندہ ہمارا موقف ۱۸ درجے ہی سمجھا جائے۔

(٦)......احتیاط ۱۸ درجے والے نقشے میں ہے۔

(۷)...... لہٰذا بگوی صاحب کا یہ کہنا اس حدیث کی رو سے ناجائز ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے۔

(۸)......یہ مسئلہ فنی کے ساتھ ساتھ شرعی بھی ہے۔

(۹)......رابطہ عالم اسلامی وغیرہ کی تحقیقات

(۱۰)......بگوی صاحب کے نقشے پر درج کردہ نام ان لوگوں کے ہیں جنہیں نہ تو فتویٰ کے شد بد کا پتہ ہے اور نہ انہیں فن فلکیات سے کوئی مناسبت ہے، بلکہ اس سے محض خانہ پری کی گئی ہے۔

ہم اگلے صفحات میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان سب نکات پر مختصر تبصرہ پیش کریں گے۔ قارئین سے التماس ہے کہ مسئلے کو سمجھنے کی پوری پوری کوشش فرمائیں:

(۱)

﴿۱۸ درجے کا قول جمہور امت کا ہے﴾

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے جملہ اسلاف اور اکابر دیوبند نہ صرف یہ کہ اس سے واقف تھے بلکہ وہ حضرات اس کو عملی طور پر اختیار بھی کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ خط میں شیخ الہندؒ سے لے کر مفتی رضاء الحق صاحب تک بعض بزرگوں کے نام گرامی تحریر کئے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ ان کے ساتھ مختصر طور حوالے بھی درج ہوتے تا کہ دیکھ لیا جاتا کہ ان بزرگوں کا قول ۱۸ درجے پر حقیقتاً ہے یا ویسے منسوب کیا گیا ہے۔ بہرحال یہاں تفصیل کا موقع نہیں اس کے لئے فقیر کی دیگر کتب کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے یہاں مختصراً اکابر میں سے مفتی محمود الحسنؒ گنگوہی کا ایک فتویٰ نقل کیا جاتا ہے جسے پڑھ کر صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُس وقت بزرگوں کے ہاں ۱۸ درجے قول کی کیا حیثیت تھی؟

> سوال: پاکستان سے ایک تحقیق بسلسلہ وقت فجر عشاء شائع ہوئی ہے کہ صبح صادق کا وقت جو جنتریوں میں چھپتا ہے وہ صحیح نہیں ہے رمضان شریف میں اس وقت کے لحاظ سے نماز فجر قبل طلوع صبح صادق ہوجاتی ہے، جبکہ متصل ختم وقت پر سحر پڑھی جاوے، دریافت طلب یہ ہیکہ یہ تحقیق آپ کے

نزدیک صحیح ہے یا نہیں اگر کوئی شخص نماز فجر متصل وقتِ سحر پر پڑھے، وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے فلکیات میں درک نہیں ہے ایک دفعہ مدرسہ کی جانب سے افطار وسحر سے متعلق جنتری کا مرتب کرنا میرے سپرد کیا گیا تھا اس لئے صبح صادق، طلوع یا زوال، مثلین یا غروب شمس۔ غروب شفق کی تحقیق وتفشیش کے لئے متعدد جنتریوں کو سامنے رکھا، دوربین سے دیکھا، دھوپ گھڑی سے کام لیا، قطب نما وقبلہ نما سے مدد لی۔ ایک ہی مقام سے متعلق 1 سے لے کر 18 منٹ تک فرق نکلا تقریباً دو ہفتے تک کوشش کر کے معذرت کر دی تھی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ایک ضلع کے ایک قصبہ میں ایک وقت سحری کھائی جارہی ہے اور اسی وقت دوسرے قصبہ میں نماز فجر ادا کی جارہی ہے اب یا تو ایک قصبہ والوں کے روزے غلط، تا دور قصبہ والوں کی نماز فجر غلط، جنتری اور نقشہ دونوں کے پاس موجود، گھڑی دونوں تار سے ملاتے ہیں اور بعض نصف النہار سے بھی ملاتے ہیں اور جنتری کو تصدیق علماء کا شرف بھی حاصل ہے۔ اگر سحری صبح کے وقت مشتہر سے قبل ختم کر دی جائے اور نماز فجر اسفار میں ادا کی جائے جو کہ اصل مذہب ہے تو کوئی خدشہ نہ رہے یا اسفار میں نہ ہو تو کم از کم اتنا لحاظ تو کر لیا جائے کہ یہ خدشہ دفعہ ہو کر نماز بالتعیین صحیح وقت پر ادا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ، ج:۵۔ صفحہ نمبر ۳۶۱\۳۶۲ ناشر جامعہ فاروقیہ کراچی)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ اس وقت جو اختلاف نقشوں میں موجود تھا وہ کس بنیاد پر تھا؟ کیا ۱۸، ۱۵ کے علاوہ اور اختلافات بھی تھے جس کی وجہ سے یہ فرق اتنا بڑھ گیا تھا، علاوہ ازیں مفتی صاحب رحمہ اللہ کے بیان سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس وقت جو نقشے رائج تھے کسی کی کوئی اصولی بنیاد نہیں تھی ورنہ یہ اختلافی صورت ایک یا دو میں محصور ہو جاتی۔ مگر اس کے برعکس مفتی صاحب پریشان ہو گئے کہ انہیں کسی ایک جانب فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا اور اس جدول بنانے سے معذرت فرمائی۔

سوال یہ ہے کہ جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام کے مطابق مذکورہ بالا واقعہ جس دور میں ہوا ہے کیا وہ اس تواتر سے خالی تھا یا انہوں نے جان بوجھ کر (معاذ اللہ) خلاف تواتر قول و فعل کا ارتکاب کر کے جمہور اکابر کی مخالفت کی ہے؟ علاوہ ازیں اس واقعہ سے مدرسہ کے دیگر اصحاب علم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ کہ وہ ۱۸ درجے کو کیا سمجھ رہے ہیں؟ کیا ان بزرگوں کو پتہ بھی تھا یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ مفتی گنگوہیؒ تقریباً ۱۹۹۶ء میں سفر آخرت پر جا چکے ہیں، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ جملہ اکابرؒ کی تحریرات وتحقیقات آپ کے سامنے تھیں، جن کے اندر اس موضوع سے کوئی ٹھوس شہادت آپ کو نہ ملی، حالانکہ مفتی گنگوہیؒ تقریباً ۲۳ سال ''مظاہر العلوم سہارنپور'' میں اور تقریباً ۲۰ سال کے قریب ''دارالعلوم دیوبند'' میں مفتی کی حیثیت سے رہ چکے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ

حضرت سے پہلے ۱۸ درجے کی کوئی تحقیق یا اکابر دیو بند کا قول باضابطہ طور پر نہیں پایا جاتا تھا، ورنہ وہ اسی کے مطابق جدول تیار فرمادیتے اور بالآخر دو ہفتوں کی محنت کے باوجود اپنی ذمہ داری کو واپس نہ کرتے۔ ۱۸ درجے کے قائلین کی خدمت میں گزارش ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ کو مدنظر رکھ کر پرانے نقشے (۱۸ درجے) کا تواتر اوراس پر تعامل امت یا کم از کم اکابر دیو بند کا تعامل ثابت فرمالیں؟ قارئین حضرات مذکورہ بالا واقعہ پڑھیں اور ذیل میں مفتیان کرام کی عبارت ملاحظہ ہو، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''مقدم الذکر قول جمہور اہل علم وفن کا ہے، گذشتہ زمانہ قریب میں یہ قول شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ، مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ کا ہے۔''

ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ ان بزرگوں کے آزادانہ (نہ کہ تائیدی) طور پر اپنے تحریر کردہ فتاویٰ اور اقوال پیش فرمائیں؟

تعجب وحیرانگی:

تعجب وحیرانگی کی بات یہ ہے کہ ان مفتیان کرام نے مذکورہ بالا فہرست میں مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کو بھی شامل کیا ہے، پتہ نہیں ان حضرات نے مفتی صاحب کا یہ قول کہاں دریافت کیا ہے، اگر انہیں کہیں مل بھی گیا ہوتو انہوں نے فتاویٰ محمودیہ میں مذکورہ بالا واقعہ پڑھ کر بھی نہیں سوچا، کہ اس فتویٰ کے ہوتے ہوئے حضرت کی طرف یہ قول منسوب کرنا قطعاً درست نہیں ہوسکتا؟

(۲)

﴿اکابر حضرات کا اختلاف ورجوع اوراس کی حقیقت﴾

مذکورہ بالا خط میں جامعہ فریدیہ کے ذمہ داروں نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ جس دور میں اکابر بزرگوں نے ۱۵ درجے کی تحقیق کی تائید میں فتویٰ دیا تھا وہ دراصل وقتی طور پر بنابر احتیاط تھا۔ اوراس دوران جو مشاہدات کئے گئے تھے وہ سلسلہ مشاہدات میں سے ایک کڑی کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر جب ان بزرگانِ دین کا تحقیقی سفر طے ہوتے ہوتے پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اس کا نتیجہ ۱۵ درجے کی بجائے ۱۸ درجے کے موافق سامنے آیا، لہٰذا بزرگوں کی تحقیق کی رو سے آخری اور فیصلہ کن نقشہ وہی ہوگا جو ۱۸ درجے پر مبنی ہو۔ اور جو قول بنابر احتیاط پہلے اختیار کیا گیا تھا وہ متروک ومردود ثابت ہو الہٰذا ۱۵ درجے کے نقشے پر کسی طرح بھی عمل درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔

جواب :

واقعہ یہ ہے کہ اوّل حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے تحقیق کرتے ہوئے اس بات کا اعلان فرمایا کہ پرانے نقشوں کے اوقات میں سے صبح صادق کا وقت دراصل صبح کاذب کا وقت ہے اور اسی طرح عشاء کا وقت بھی اسی مقدار میں اختتام شفق ابیض کے بعد دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس تحقیق کو پرکھنے اور جانچنے کے لئے ۱۱ علماء کرام کی کمیٹی بنائی گئی، جس نے مفتی محمد شفیعؒ کی سرکردگی میں تین دن مشاہدات کئے، ان بزرگوں نے انہی مشاہدات میں واقعی پرانے نقشوں میں درج شدہ صبح کے وقت میں صبح کاذب کی روشنی دیکھی اور اصل صبح صادق کو اس کے کافی دیر بعد مشاہدہ کی۔ ان مشاہدات کی ساری روئداد حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے خود تحریر فرمادی جسے احسن الفتاویٰ میں نقل کیا گیا ہے۔ ان مشاہدات کے نتائج اور علمی تحقیق پر فقہی مجالس منعقد کئے گئے، جس میں علماء کرام کی باقاعدہ بحث وتمحیص ہوتی رہی۔ بالآخر مجلس تحقیق نے اکابر حضرات کے زیرِ دستخطی ایک فیصلہ سنا کر جاری کر یا، کہ واقعی پرانے نقشوں میں صبح کا دیا گیا وقت دراصل صبح کاذب کا وقت ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ بزرگوں نے اپنے موقف سے رجوع کا اعلان فرمایا، اور دوبارہ پرانے (۱۸ درجے پر بنائے گئے) نقشوں کی تصویب فرمائی۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ بزرگوں کی اول تحقیق زیادہ قابل اقتداء ہے بنسبت اس رجوع کے جو کسی ماہر فن کی تحقیق پر اعتماد کر کے، کی گئی ہے۔ مذکورہ ذیل وجوہات پر

یہ بات نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے:۔

(۱)......ایک تو یہ کہ یہ ٹنڈوآدم کے مشاہدات خود حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی سرکردگی میں ہوئے ہیں ایسی کوئی بات ہوتی ان کو نقل کرتے وقت ضرور اس بات کی تصریح پائی جاتی۔ حالانکہ یہاں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے۔کہ یہ کڑی ہے یا کیا ہے؟

(۲)......اگر یہ واقعی تحقیقی سلسلے میں ایک کڑی کی حیثیت رکھتے تھے تو ان مشاہدات کے بعد بقایا سلسلے میں حضرت مفتی رشید احمدؒ کیوں نہیں شریک؟

(۳)......اگر یہ سلسلہ تحقیق کی کڑی تھی تو باقی مشاہدات کب ہوئے ہیں؟ ان میں کون کون شریک تھے؟ پھر جن کی سرکردگی میں یہ سلسلہ مشاہدات شروع ہوا تھا یعنی حضرت مفتی محمد شفیعؒ کیا ان مشاہدات میں حضرت مفتیؒ نے شرکت فرمائی تھی؟

(۴)......اس سلسلہ تحقیق میں ٹنڈوآدم کے مشاہدات پر غور وفکر بھی شامل تھا یا ان کو تحقیقی سلسلہ سے خارج کردئے گئے تھے؟

(۵)......دلائل میں قوی تر دلائل کے ملنے کی وجہ سے بعض کو ترک کئے جاسکتے ہیں یا ان سے رجوع تو معروف ومشہور ہے، مگر جب ایک روشنی ایک کیفیت کے ساتھ علماء کی ایک جماعت نے دیکھی تو اس مشاہدے سے رجوع یا اس کو ترک کرنے کا کیا مطلب؟

(۶)......اگر یہ مشاہدات سلسلہ تحقیق کی درمیانی کڑی تھی اور ابھی بات ایک طرف طے نہیں ہوئی تھی تو اس کے باوجود حضرت مفتی شفیعؒ مندرجہ ذیل فتویٰ کیوں صادر فرماتے تھے؟ فتوے کی عبارت کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو:

حامداً و مصلیاً اتنی بات تو یقینی ہوگئی ہے کہ نقشوں اور جنتریوں میں جو وقت صبح صادق کا لکھا ہے وہ صبح صادق کا اصلی وقت نہیں ہے بلکہ غالباً صبح کاذب کا وقت ہے جو انتہاء سحر کے لئے احتیاطاً لکھا گیا ہے....لہٰذا نقشوں کے مطابق فوراً اذان دے کر مرد یا عورتوں کا نماز پڑھنا درست نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۲،ص ۱۷۷)

(۷)......اگر آگے تحقیق کا سلسلہ مشاہدات جاری تھا اور ابھی تک طے شدہ کام درمیانی کڑیاں تھی تو کیا ان کڑیوں میں ''مجلس تحقیق'' کا فیصلہ بھی ایک کڑی کہلائے گا؟ جبکہ لکھنے والے خود مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ہیں، لکھتے ہیں:

منعقدہ دارالعلوم کراچی ۱۳ ذی قعدہ ۹۲ھ

''اس مجلس میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب کے رسالہ صبح صادق کے دلائل پر غور کیا گیا اور متعلقہ کتب کی مراجعت کی گئی نیز مسئلہ کی تحقیق اور مشاہدات کے لئے ٹنڈو آدم کا جو سفر کیا گیا تھا اس کے نتائج زیر غور آئے، بحث وتمحیص کے بعد مندرجہ ذیل باتیں پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں:

☆ مسئلہ کے زیر غور آنے کے بعد متفرق ایام میں جتنے مشاہدات کئے گئے ان میں سے کسی میں بھی مروجہ جنتریوں کے مطابق صبح صادق نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد ہوئی۔

☆ ان سب امور سے ثابت ہوتا ہے کہ مروجہ جنتریوں میں صبح صادق کے نام سے جو وقت درج لکھا گیا ہے وہ درحقیقت صبح کاذب کا ہے۔

☆ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے صبح صادق کے جو اوقات نکالے

ہیں ان کا مقابلہ ٹنڈو آدم کے مشاہدات سے کیا گیا فرق صرف ایک منٹ کا تھا۔

☆ بہرکیف مذکورہ بالا تحقیق سے ہمیں بھی یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے حسابی طریقہ سے جو اوقات نکالے ہیں وہ درست ہیں۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ (ذی قعدہ سنہ ۹۲ ہجری)

اس فیصلے پر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے علاوہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مفتی رشید احمدؒ ، حضرت مولانا محمد عاشق الٰہیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم نے دستخط فرمائے ہیں۔

جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام ارشاد فرمائیں کہ مذکورہ بالا منعقدہ اجلاس کے فیصلے کی عبارت میں کس جملے سے یہ بات ثابت ہوسکتی ہے کہ جو فیصلہ ۱۵ درجے کے مطابق کیا گیا تھا وہ حتمی نہیں بلکہ احتیاطاً تھا، نیز فرمایا جائے کہ ''درمیانی کڑی'' کا استنباط کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جبکہ اس کے اندر مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کئے گئے ہیں:

''اتنی بات تو یقینی ہوگئی ہے کہ نقشوں اور جنتریوں میں جو وقت صبح صادق کا لکھا ہے وہ صبح صادق کا اصلی وقت نہیں ہے......اس مجلس میں دلائل پر غور کیا گیا ......اور متعلقہ کتب کی مراجعت کی گئی ......نیز مسئلہ کی تحقیق ......بحث وتمحیص کے بعد...... پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں......مروجہ جنتریوں کے مطابق صبح صادق نہیں ہوئی ...... بلکہ اس کے بعد ہوئی......ان سب امور سے ثابت ہوتا ہے...... کہ وہ درحقیقت صبح کاذب کا ہے۔......فرق صرف

ایک منٹ کا تھا۔

قارئین مذکورہ بالا شواہد ملاحظہ فرمائیں اور ذیل میں ان مفتیان کرام کی عبارت پڑھیں:

''حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ صاحب، ابتداء میں بقول مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی **رائے کی طرف مائل ہوئے تھے**، تاہم یکے بعد دیگرے مشاہدات، مکمل تحقیق وجستجو کے بعد انہوں نے بالجزم ۱۸ ڈگری والے قول کو اختیار کیا''

ان مفتیان کرام کی خدمت میں ہم گزارش کریں گے کہ جب ایک فیصلہ باقاعدہ اور باضابطہ طور پر علماء کی مجلس تحقیق میں زیر بحث لایا جائے اور اس بحث وتمحیص کے بعد مذکورہ بالا عبارت پر اکابر کے دستخط ہو جائیں اور اس پر پورا سال عمل بھی ہوتا رہے۔ اس کے باوجود اسے ''تردد'' اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ درجے کی طرف ''مائل ہونا'' ہی کہا جاتا رہے، نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بالکل یقین کے ساتھ پرانے نقشوں کے صبح صادق کے اوقات کو ٹنڈو آدم ہی کے مشاہدات کی بنا پر صراحت کے ساتھ صبح کاذب قرار دیا گیا۔ ''**حامداً ومصلیاً اتنی بات تو یقینی ہوگئی ہے کہ نقشوں اور جنتریوں میں جو وقت صبح صادق کا لکھا ہے وہ صبح صادق کا اصلی وقت نہیں ہے**''...... ''**لہٰذا نقشوں کے مطابق فوراً اذان دے کر مرد یا عورتوں کا نماز پڑھنا درست نہیں**'' پھر بھی کہا جا رہا ہے کہ صرف شک وتردد کی بنیاد پر محض احتیاطاً ۱۵ درجے کا فتویٰ دیا گیا تھا؟ ہم بھی یہ حق رکھتے ہیں کہ ان حضرات سے سوال کریں کہ جس تحقیق کو یہ حضرات اصل اور فیصلہ کن تحقیق کہتے ہیں، اس کا تحقیقی مواد

کیا ہے؟ وہ فیصلہ کس مجلس تحقیق میں طے پایا ہے اس میں کن دلائل پر کب غور خوض کیا گیا ہے؟ اور تحقیق مجالس کو کون لیڈ کر رہے تھے؟ امید ہے کہ جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام ان سوالات کے جوابات تسلی کے ساتھ ارشاد فرما کر ہمیں شرف سعادت سے نوازیں گے۔

(۳)

﴿حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ کے موقف میں نرمی وغیرہ﴾

یہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب آخر میں اپنے موقف میں نرمی لائے تھے۔ گویا ان کے نزدیک حضرتؒ کے نزدیک ۱۸ درجے کا قول کم از کم حق کے قریب ہو گیا تھا اور ۱۵ درجے کا قول احتیاط تک محدود رہ گیا تھا۔

احسن الفتاویٰ میں حضرت مفتی رشید احمدؒ لودھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

(۱)...... حقیقت یہ ہے کہ ایک فتین فطین نے میری ہی تحریر میں انگریزی کتاب کے حوالے سے۔۔۔

(۲)...... دونوں حضرات کی تحریر بالکل مبہم ہے، ان میں نہ تو میری کسی دلیل کے جواب کی طرف کوئی اشارہ ہے اور نہ ہی اپنی تائید میں کوئی دلیل ہے۔

(۳)...... دلائل پر مبنی فیصلہ سے تو رجوع ممکن ہے مگر تین دن تک گیارہ علماء کے متفقہ عینی مشاہدات سے رجوع کا کیا معنی؟

(۴)...... ان حضرات کے بلا دلیل اختلاف سے اس متفقہ مسئلہ کو مسائل اختلافیہ کی

فہرست میں لگانے کا کوئی جواز نہیں۔

(۵)......اس لئے کہ ۱۸ درجے زیر افق پر صبح صادق کا دنیا میں آج تک کوئی ایک فرد بھی قائل نہیں ہوا۔

(۶)......ایسی متفق علیہ حقیقت سے انکار کو اختلاف نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ خلاف دلیل کہلاتا ہے۔

ان عبارات کے باوجود ''جامعہ فریدیہ'' کے مفتیان کرام لکھتے ہیں:

> ''حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے دوسروں کی تغلیط اور اپنی رائے پر اصرار ہرگز نہیں فرمایا، اس کی تفصیل جامعۃ الرشید سے معلوم کی جاسکتی ہے، خود حضرت کی تحریرات سے اس کا پتہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس اختلاف کی اہمیت ایک رائے میں اختلاف کے سوا کچھ نہیں تھی''

لہٰذا معلوم ہوا کہ احسن الفتاویٰ میں صبح صادق کا یہ مسئلہ جس انداز سے زیر تحقیق لایا گیا ہے ایک معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ حضرتؒ کے ہاں اگر شرعی طور پر صبح صادق کے درجات کی تعیین کی جا سکتی ہے تو وہ ۱۵ درجات زیر افق سے نہ کم نہ زیادہ۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ احسن الفتاویٰ کے تقریباً عشرے سے زیادہ طباعت ہو چکی ہے مگر کسی ایک ایڈیشن میں بھی کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا گیا ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حضرتؒ بعض اوقات اپنی کسی تحقیق سے رجوع فرمانے کے باوجود اسے تصحیح کے بغیر پہلی طرح چھوڑ دیتے تھے، اب ظاہر ہے کہ احکام شریعت میں اس قسم کی

غفلت ولا پرواہی کی نسبت حضرت جیسے جلالی شخص کی طرف کرنا کتنی جرءت ودلیری کی بات ہے جس سے حضرت کی دیانت یقیناً مجروح ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام:

حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ دوسروں کے بارے میں فرماتے ہیں:

....فتین فطین.......تحریر بالکل مبہم......نہ تو میری کسی دلیل کا جواب........نہ ہی اپنی تائید میں کوئی دلیل.....متفقہ عینی مشاہدات سے رجوع کا کیا معنی؟.......یہ بلا دلیل اختلاف ....اس متفقہ مسئلہ کو مسائل اختلافیہ کی فہرست میں لگانے کا کوئی جواز نہیں....... ۱۸ درجے کا دنیا میں آج تک کوئی ایک فرد بھی قائل نہیں.....ایسی متفق علیہ حقیقت سے انکار......اختلاف نہیں کہا جاسکتا.......بلکہ یہ خلاف دلیل کہلاتا ہے.

اور مفتیان کرام فرماتے ہیں:

''حضرت نے دوسروں کی تغلیط اور اپنی رائے پر اصرار ہر گز نہیں فرمایا......خود حضرت کی تحریرات سے اس کا پتہ بھی لگایا جاسکتا ہے.......کہ اس کی اہمیت ایک رائے میں اختلاف کے سوا کچھ نہیں تھی''

(۴)

﴿اسلام آباد کے علماء نے اس نازک مسئلے کو لے لیا﴾

خط میں ان حضرات نے تحریر فرمایا ہے، کہ محترم جناب بشیر احمد بگوی صاحب

نے جب صبح صادق کے مسئلے کو اٹھا کر ۱۵ درجے کی بنیاد پر اوقات نماز کا نقشہ شائع کرنا شروع کیا۔ تو ان حضرات کے خیال میں گویا کہ پہلی دفعہ یہ کام حضرت مفتی رشید احمدؒ نے کیا تھا جس سے نمٹنے کے لئے "مجلس التحقیق" کراچی نے اہم کردار ادا کر کے امت کو ایک بہت بڑے حادثے سے بچایا اور اب جب کہ بگوی صاحب نے ۱۵ درجے کی بنیاد پر نقشہ شائع کیا تو گویا عوام المسلمین میں انتشار و افتراق کا فضاء ایک بار پھر بن گیا۔ تو اسے امت مسلمہ کے لئے خطرہ سمجھ کر راولپنڈی اور اسلام آباد کے مفتیان کرام نے فوراً کانفرنسیں منعقد کیں تا کہ بگوی صاحب کے راستے میں ایک اتفاق واتحاد کی ایک آہنی دیوار کھڑی کی جائے جسے پار کرنا کسی کے بھی بس کی بات نہ ہو۔

واقعہ اگر ایسا ہوتا اور پھر اس کا علاج بھی اگر وہی ہوتا جو راولپنڈی اور اسلام آباد کے مفتیان کرام نے کیا تو اس کارنامے پر یہ حضرات یقیناً شاباش کے مستحق تھے، اور امت پر ان کا یہ ایک عظیم احسان ہوتا، مگر حقائق کو دیکھ کر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ حضرات اتنا کچھ کرنے کے باوجود ابھی تک منزل تو کیا اس کی راہ کو بھی نہیں پہچان سکیں، اور نہ اس روئے کو دیکھ کر مستقبل کے بارے میں کچھ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ پاکستان کی جمہوریت تو ہے نہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے اجتماعات منعقد کئے جائیں اور کسی بات کو واجب العمل قرار دینے کے لئے اتفاق رائے یا اکثریت کا قانون اختیار کیا جائے۔ بلکہ کوئی بھی درپیش شرعی مسئلے کو اصول شریعت یعنی ادلہ اربعہ کی روشنی میں حل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

جامعہ فریدیہ کے خط کے مطابق ان حضرات نے اجماعات منعقد کئے، اب ان اجتماعات میں ان بزرگوں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟ آیا اصول شریعت کو مدنظر رکھ کر کوئی تحقیق کی ہے یا محض سب کا اتفاق رائے ہی کافی سمجھا گیا ہے؟ اس کا صحیح جواب تو جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام ارشاد فرمائیں گے کہ یہ حضرات وہاں کس طریقہ کار کے بعد اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ ۱۸ درجے کا قول درست ہے؟ البتہ ہم اپنے ناقص علم کے مطابق یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان حضرات نے کسی قسم کی تحقیق کو ضروری نہیں سمجھی بلکہ محض بزرگوں کے اعتقاد کو بنیاد بنا کر اتفاق رائے سے کام چلایا ہے ورنہ محترم بگوی صاحب نے اس فقیر کو اس اجلاس میں شرکت کا کہا تھا مگر اس سیاہ کار نے ایک شرط لگا دی کہ میزبان لوگ کم ازکم مجھے شرکت کی دعوت دے دیں، وہ اس لئے کہ بغیر اجازت کسی کے پروگرام میں شرکت کرنے سے ناراضگیاں بھی وجود میں آسکتی ہیں، مگر ان حضرات کی طرف سے اس فقیر کی شرکت کو اس اجلاس میں ضروری نہیں سمجھی گئی۔

ایک دن جامعہ مذکورہ کے ایک مفتی صاحب نے ہمارے صوابی مانیری کے ایک مدرسے کے ذمہ داروں کے نام فون پر ایک پیغام بھیجا کہ تم لوگ ۱۵ درجے کے نقشہ کی مزید اشاعت روک دیں اور اس کی بجائے ۱۸ درجے کا نقشہ شایع کردیں۔

چنانچہ اس حوالے سے فقیر نے مذکرہ بالا محترم کے نام مندرجہ ذیل مضمون ارسال کیا:

بخدمت جناب محترم مفتی عبدالنور صاحب مدظلہ، جامعہ فریدیہ اسلام آباد،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کی خدمت میں چند گزارشات عرض کر رہا ہوں، قوی امید ہے کہ ناچیز کی ان معروضات پر پوری توجہ کے ساتھ غور فرما کر ہم طالب علموں کی راہنمائی فرمائیں گے۔ اور نہ صرف یہ کہ راہنمائی فرمائیں گے بلکہ اپنے علمی مقام اور وسعت ظرفی سے اس فقیر کی غلطیوں کی نشاندہی بھی فرمائیں گے۔

پچھلے چار پانچ سالوں سے اوقاتِ نماز کے نقشوں پر کچھ شبہات اور ایک طالب علم کی حیثیت سے احسن الفتاویٰ کے مطالعہ نے اس کام کی طرف توجہ دلا کر اس بات کا قائل بنا دیا کہ مسائل جدیدہ میں کوئی بھی مسئلہ تحقیق وتنقید سے بالاتر ہو کر قطعیت کا درجہ نہیں رکھتا۔ بالخصوص جب ایک مسئلہ خالص اہل فن، سائنس دانو ں اور انجینئر ز حضرات کے مرہون منت ہو اس کو شرعی اصول وقواعد کے سامنے لا کر کسی قسم کا شرعی مانع موجود نہیں ہے۔ مجھے تاریخی شواہد بھی ایسے ہاتھ آ گئے کہ کسی مسئلے کا عوام الناس یا بن دیکھے خواص میں قبولیت عامہ بھی اسے تحقیق وتنقید کے کٹھیرے میں کھڑا کرنے سے نہیں بچا سکتی۔ مثلاً شرح عقود رسم المفتی میں کتنے ایسے واقعات ومسائل ہیں جن سے علامہ شامی خود دوچار ہوئے ہیں باوجود اس کے کہ وہ مسائل معتمد علماء اور فقہاء کے قلم سے گزرنے کے بعد صفحات قرطاس پر نقش ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اہل علم کے محض تائید کے ہوتے ہوئے کسی مسئلے کا تحقیقی جائزہ لینا بھی کوئی شرعی جرم نہیں ہے۔ جس کی واضح مثال ہمارے سامنے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا تفصیلی فتویٰ ہے جو کہ فتاوی عثمانیہ میں درج ہے جسے مفتی دیوبند حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے فتویٰ

بجواز قیام الیل فی الرمضان کے خلاف تحریر کیا گیا ہے۔یہاں نکتے کی بات یہ ہے کہ اس وقت تقی عثمانی صاحب دورہ حدیث میں داخلہ بھی نہیں لے چکے تھے ،فاضل یا مفتی ہونا تو دور کی بات ہے شیخ الاسلام کے علمی تبحر اور فقیہانہ فہم وفراست سے ہمیں انکار نہیں مگر مفتی دیو بند اور ایک کم سن طالب علم کے درمیان علمی اور سینیارٹی کی جو نسبت ہے اسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔مگر اس کے باوصف اس وقت مفتی اعظم محمد شفیع رحمہ اللہ کو اس کی تصویب فرمانے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں ہوئی اور نہ کسی اور نے اس عمل پر نکیر کی ۔جبکہ وہ مسئلہ جن ماخذ ومصادر پر مبنی تھا اکابر دیو بند نے اپنی عمریں انہی کتب کے ورق گردانی میں کھپا دی تھیں۔

حقائق بالا کو مدنظر رکھ کر اوقاتِ نماز کے نقشے جو آج عوام وخواص میں رائج ہیں انہیں کسی طرح بھی مسائل بالا پر فوقیت حاصل نہیں۔بقول علامہ شامی اگر ابوبکر حدادی کی السراج الوھاج اور الجوھرۃالنیرۃ میں اجرت بتعلیم القرآن کی بجائے اجرت بالقرآن کی غلطی ہوسکتی ہے،اور طرہ یہ کہ بقول شامی اس غلطی کو بعد میں اہل علم ساڑھے چار سو سال اپنی کتابوں میں نقل کرتے رہیں۔مگر اس کے باوجود غلطی غلطی ہی رہی۔علاوہ ازیں صاحب فتاوی بزازیہ اور خاتم المحققین ابن الہمام اور صاحب الدر المختار وغیرہ کی طرف جو غلطیاں علامہ شامی نے منسوب کی ہیں۔اگر واقعی اسی طرح ہے تو کیا آج کے انجینئرز کے مرتب شدہ نقشوں میں غلطی کا امکان نہیں پایا جاسکتا۔۔۔؟غلطی کا ہونا یا نہ ہونا تو بعد کی

بات ہے کیا اس کا تحقیقی جائزہ لینا بھی جرم ہو جائے گا۔۔۔؟ جس پر آج اچھے خاصے اہل علم بھی ناراض ہو رہے ہیں۔ نقشے میں غلطی کا ہونا اتنا تکلیف دہ نہیں تھا جتنا کہ اس پر تحقیق کرنے والوں کے خلاف آج اہل علم کا غیر اصولی رویے نے دل دُکھا دیا۔ کیونکہ غلطی انسان سے ہو سکتی ہے پھر اجتہادی غلطی پر تو اجر بھی ملتا ہے، مگر محض فنی لوگوں پر اعتماد کی خاطر کسی ظنی مسئلے پر قطعیات کی طرح پکا اعتقاد رکھنا یہ اہل علم کی شان کے مناسب نہیں۔

اگر تحقیقی نظر سے کسی کے کام کا جواب دیا جائے تو یہ علماء اور مفتیان کرام کی طرف سے عین ذمہ داری کا ثبوت ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ سامنے آئے گا کہ مسئلہ ایک منطقی انجام تک پہنچ کر رک جائے گا مگر معاف فرمایئے گا کہ کسی مسئلے کے حق میں ایک اجتماع کی محض تائید اس کے ثبوت کے لئے وہ بنیادیں فراہم نہیں کرسکتی، جو کہ اصولی طور پر کسی تحقیق طلب مسئلے کے لئے ہونا چاہیئے۔ وہ ہے کسی کا تحقیق وتنقید کے اصولی طریقہ کار سے گزرنے کے بعد ایک موقف اختیار کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ محض تائیدی کثرت اس کا ہم پلہ کبھی نہیں ہو سکتی۔ جس کی بنا پر بلا شرکت غیر نشر و اشاعت کا ایسا حق حاصل کیا جائے کہ اس کی موجودگی میں دیگر ساری تحقیقات غارت ہو جائیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ راولپنڈی، اسلام آباد میں آج تک اس موضوع پر جتنے اجتماعات ہوئے ہیں ان میں ایسے لوگوں کی تعداد کتنی تھی جو تحقیق وتنقید اور عینی مشاہدات سے گزر کر ۱۸ درجے کے قائل ہو چکے ہوں؟ مگر حقیقت یہ ہے کثرت تائید اس وقت کوئی شے نہیں

جب تک قوت دلیل نہ ہو۔اور اگر قوتِ دلیل موجود ہے تو پھر کثرت تائید کی چنداں ضرورت نہیں،اس موضوع پر قائلین کی تعداد میں اسی پہلو کو دیکھا جائے گا۔

اگلے صفحات میں جمع کردہ چند شواہد کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ہوسکتا ہے کہ حضرت کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہ ہو مگر بڑوں کی شفقت کا تقاضاء یہ ہے کہ چھوٹوں کی اصلاح کر کے انکی راہنمائی فرمائی جائے۔حضرت سے قوی امید ہے کہ احقر کی معروضات کے بارے میں اپنی رائے عالی سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

شوکت علی قاسمی۔محلّہ شمشہ خیل،صوابی

(ذیل میں وہ ضمیمہ ملاحظہ جو مفتی صاحب کو مذکورہ بالا خط کے ساتھ بھیجا گیا تھا،راقم)

﴿اوقاتِ نماز کے مروجہ نقشے﴾

عرصہ دراز سے ہمارے ہاں اوقاتِ نماز کے نقشے عام مساجد میں استعمال کئے جارہے ہیں۔مگر آپ یہ حقیقت سن کر حیران رہ جائیں گے کہ آج تک کوئی بھی شرعی مسئلہ آنکھیں بند کر کے ایسی عمومیت کے ساتھ مسلمانوں اور خصوصاً اہل علم حضرات نے قبول نہیں کیا جتنا کہ اوقات نماز کے نقشوں کو شرف قبولیت بخشا ہے۔پھر افسوس اس بات پر مزید بڑھ جاتا ہے کہ ان نقشوں کو جانچنے کی جب بات کی جاتی ہے تو ایسا رد کر کے سلوک کیا جاتا ہے جیسا کہ مذاہب اربعہ سے خروج کا ارتکاب کیا گیا۔سوال یہ ہے کہ جب فقہی اختلافات کی تشریح

کرتے ہوئے حنفی مسلک کا مضبوط سے مضبوط تر ایک مسئلہ پر حنفی ہی طلباء کے سامنے دلائل کے دلائل سنائے جارہے ہوتے ہیں تو کیا ان نقشوں کا علمی اور تحقیقی درجہ ان مسائل سے بھی زیادہ بلند اور قوی تر ہے؟

ہم نے ایک طالب علم کی حیثیت سے جب ان نقشوں کے اوقات کو پرکھنے کا عزم کیا تو خلاصہ کے طور پر مندرجہ ذیل رپورٹ سامنے آ گئی۔ رپوٹ ذیل کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔جس کی الگ الگ مختصر تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱) عقلی اور تجرباتی دلائل: اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ ظاہری معاملات میں تمام امور کا دار و مدار مشاہدات پر ہے، اگر آپ کے سامنے ایک شخص مثلاً زید موجود نہیں ہے۔ تو ہزار پرچیوں پر ''موجود'' کا لفظ لکھنے سے کوئی بھی زید کو موجود نہیں سمجھے گا۔اسی طرح یہ سب کو معلوم ہے کہ رمضان، عیدین یا کسی بھی مہینے کے شروع ہونے کا دارومدار رؤیت عینی پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ کوئی دعویٰ اگر اعیان کے ساتھ متعلق ہے تو اس کے اثبات کے لئے عدالت میں عینی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ریلوے سٹیشن پر ریل کے آنے کے مختلف اوقات لکھے ہوتے ہیں مگر جب اسی وقت پر ریل نہیں پہنچتا تو سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ ریل لیٹ ہو گیا۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ریل موجود ہے مگر ہمیں نظر نہیں آ رہا کیونکہ یہ اوقات محکمے کے ذمہ دار شخص نے لکھے ہیں جو کہ ریل کے اوقاتِ کار وغیرہ کو ہم سے بہتر جانتا ہے،

بلکہ اپنے مشاہدے پر اعتماد کر کے اس سرکاری تحریر کی مخالفت کرے گا۔ یہ ایک مثال ہے جو کہ سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔ بالکل یہی معاملہ اوقاتِ نماز کا ہے۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا ماہر انجینئر شخص چند دنوں کے غروب آفتاب کے اوقات نکال کر کسی مجمع میں لوگوں کے حوالے کرے پھر جا کر لوگ دیکھتے ہیں کہ گھڑی میں وہی وقت تو ہو گیا جو انجینئر صاحب نے لکھوایا تھا، لیکن ابھی سورج غروب نہیں ہوا بلکہ سب کو نظر آرہا ہے، تو کیا کسی کے لئے جائز ہوگا کہ اسی صاحب کے اس پرچی کو دیکھ کر مغرب کا اذان دینے لگے۔۔۔؟ یا کوئی مسلمان رمضان کا روزہ رکھتا ہوا اس وقت افطار کی جرأت کرلے گا۔۔۔؟

تو مروجہ نقشے بھی تو انجینئر صاحبان نے بنائے ہیں، ان کے اوقات کو پرکھنے میں کون سا شرعی مانع موجود ہے۔۔۔؟ اگر ایک نہیں دو نہیں بلکہ متعدد ماہرین فن اور اہل علم بزرگوں نے اسے دیکھ کر ہمیں بتا دیا کہ صبح اور عشاء کے اوقات میں اچھا خاصا فرق پایا جاتا ہے، اور حقیقت میں صبح صادق تاخیر سے طلوع ہوتی ہے ،تو بھلا ہم یہ خطرہ کیوں نہیں محسوس کرتے کہ بالفرض یہ بات غلط بھی ہوگئی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن اگر یہ بات درست ہی ثابت ہوئی تو پھر صبح کی اذانوں اور نمازوں کا کیا بنے گا۔۔۔؟ کیا ایک ذمہ دار شخصیت کی حیثیت سے کبھی اس نکتے کو سوچا گیا ہے۔۔۔؟

(ا) ہم نے بذات خود گرمی سردی کے مختلف موسموں میں جا کر صبح کے مشاہدات کیے ہمیں اسی وقت سے 15، 20 منٹ بعد صبح صادق کی روشنی نظر آئی۔

(۲) کراچی میں متعدد علماء کرام کی جماعت نے 1970ء میں مشاہدات کیئے ،ایک روشنی پرانے نقشے کے مطابق ظاہر ہوئی ،مگر وہ پھر غائب ہوگئی جسکی وجہ سے اسے صبح کاذب قرار دے دی گئی ،جبکہ صبح صادق کی روشنی اس کے بعد ظاہر ہوئی یہ ساری روئیداد احسن الفتاویٰ جلد۲ میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

(۳) مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتھم اپنے مشاہدے کو ان الفاظ میں بیان فرمارہے ہیں: **" ان کا اندازہ یہاں بھی مشاہدہ کے خلاف ہے"**

آگے لکھتے ہیں **"مگر غروب شمس کے بعد مکرر مشاہدہ سے سوا گھنٹہ ثابت ہے اور صبح صادق کا وقت بھی اسی مقدار سے زائد نہیں ہے" فتاویٰ فریدیہ ج۲ ص۱۵۳)**

(۴) سعودی عربیہ میں متعدد علماء کرام اور محققین نے 10، 10 آدمیوں کی متعدد کمیٹیاں بنا کر سعودیہ کے صحراوں میں تعینات کیئے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ پورے سال ان کمیٹیوں نے صبح کے اوقات کا مشاہدہ کیا ،مگر جب ام القریٰ (مکہ مکرمہ) کے نقشے کے ساتھ ان مشاہدات کا موازنہ کیا گیا تو فرق 20 منٹ نکل آیا۔

(۵) صوابی کے پورے علاقے میں گرمیوں میں بمشکل عشاء کی جماعت اس وقت تک پہنچ جاتی ہے ،جس وقت پرانے نقشے میں عشاء کا وقت ابھی داخل ہوجاتا ہے۔اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ علاقے کے اہل علم کے تجربے کے مطابق عشاء کا وقت اس سے پہلے داخل ہو چکا ہے ،اور یہی معاملہ صبح کا ہے۔

(۲) علمی دلائل : جہاں تک اس موضوع پر علمی گفتگو کی بات ہے تو وہ بھی الحمدللہ بہت مضبوط ہے۔اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پرانے نقشوں میں عشاء اور صبح صادق کے جو اوقات درج کئے گئے ہیں جب سائنس کی کتابوں کی طرف رجوع کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت سورج افق (یعنی آسمان کے کنارے) سے 18 درجے نیچے ہوتا ہے۔اور اس وقت جو روشنی نظر آتی ہے اسے سائنس کی زبان میں ''فلکی شفق'' یا انگریزی میں آسٹرونو میکل ٹویلائٹ (Astronomical Twilight) کہا جاتا ہے۔گویا کہ ہمارے انجینئرز صاحبان نے اسی آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کو صبح صادق قرار دیا ہے۔اور یہ بات پرانے نقشوں کے بنانے والے نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ یہ ان حضرات کا دعویٰ ہے۔

پھر کیا ہوا؟ پھر یہ ہوا کہ فلکیات کی کتابوں میں جب آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کی نشانیاں مطالعہ کی گئیں تو وہ ساری کی ساری ان علامات کے متضاد ثابت ہوگئیں جو صبح صادق کے حوالے سے قرآن ،حدیث اور فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہیں۔ذیل میں ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

صبح صادق کی شرعی علامات	اسٹرونومیکل ٹویلائٹ کی نشانیاں (۱۸ درجے پر
(۱) مستطیر	(۱) مستطیل ہونا
(۲) بالکل واضح اور صاف	(۲) غیر واضح ہونا
(۳) اتصال بصبح کاذب	(۳) مکمل اندھیرے کے ساتھ اتصال

(۴)انتشار سریع (۴) نہایت آہستہ پھیلاؤ

(۵)ہلکی سی سرخی کی آمیزش (۵) خالص سفید روشنی

آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کی نشانیوں اور صبح صادق کی علامات کو آپس میں مقابلہ کر کے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی اسٹرونومیکل ٹویلائٹ میں صبح صادق کی کوئی نشانی بھی نہیں پائی جاتی ، بلکہ اس کی تمام علامات صبح صادق کے لئے شرعی طور پر ثابت کی گئی تمام علامات کے منافی ہیں ۔لہٰذا ان حقائق کی روشنی میں اسٹرونومیکل ٹویلائٹ کو شرعی طور پر صبح صادق نہیں قرار دی جاسکتی ۔البتہ اس میں صبح کاذب کی علامات پائی جاتی ہیں ۔

(۳)مسلمان علماء فلکیات کی آراء: اس حصے میں ان مسلمان ماہرین کی آراء کا خلاصہ نقل کیا جارہا ہے جنہوں نے تجربات ومشاہدات کے بعد صبح صادق اور کاذب کے درجات معلوم کئے ۔ یہ حضرات مسلمان علماء تھے اور علم ہیئت میں مہارت حاصل کرنے کا مقصد ہی ان محققین کا یہ تھا کہ اس کی مدد سے اس کے متعلق دینی مسائل کی صحیح تشریح کی جاسکے۔مثلا دن رات کی ابتداء کیونکہ اس کے ساتھ شریعت اسلام کے بہت سارے احکام متعلق ہیں ۔اسی طرح سورج ، چاند کے طلوع وغروب کہ ان سے بالترتیب اوقات ومہینوں کی تعیین میں مدد لی جاسکتی ہے۔ چنانچہ یہ بزرگ صبح صادق اور صبح کاذب کو بھی یہاں زیر بحث لاکر اپنی علمی ذمہ داری سے سبک دوش ہو چکے ہیں ۔

(۱) مولانا امام الدین بن لطف اللہ : صاحب التصریح شرح التشریح ص ۶۸

(۲) مولانا ابوالفضل محمد حفیظ اللہ: محشی التصریح ص: ایضاً حاشیہ ۵

(۳) فاضل رومی شارح چغمینی صفحہ نمبر۱۲۲

(۴) مولانا عبدالحلیم لکھنوی، محشی شرح چغمینی حاشیہ ۹

(۵) محقق طوسی، مولانا نصیر الدین (م ۶۷۲ھ) بیست باب، ص: ۱۶

(۶) مولانا محمد عبیداللہ الایوبی القندھاری، محشی بیست باب، ص: ۱۶ حاشیہ ۳

(۷) مشہور ریاضی دان ابوریحان البیرونی القانون المسعودی، جلد دوم۔

(۸) بھاؤالدین محمد العاملیؒ تشریح الافلاک ص: ۸ (یہ حوالہ نیا کوڈ کیا ہے، راقم)

(۹) مفتی رشید احمد صاحبؒ، احسن الفتاویٰ جلد دوم۔

(۱۰) مفتی محمد فرید صاحبؒ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم

ان سب بزرگوں نے ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کو صبح کاذب اور اس کے بعد ۱۵ درجات پر ظاہر ہونے والی روشنی کو صبح صادق قرار دی ہے۔

تفصیلی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔ کشف الستر عن اوقات العشاء والفجر .... (صفحات: ۱۱۶)

۲۔ کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء .... (صفحات: ۲۸۰)

۳۔ کشف الستور عن ما فی کشف الغطاء بین السطور .... (صفحات: ۲۰۱)

۴۔ نقشہ اوقات شرعی کونسا اور جمہوری کونسا؟ .... (صفحات: ۱۷۴)

گزارش: اہل علم حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اوقات نماز کے نقشوں پر سنجیدگی سے غور فرما کر اپنی منصبی ذمہ داری پوری فرمائیں۔

راقم فقیر نے یہ خط بمع صبح صادق کی اس مختصر تشریح کے حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی خدمت میں ۲۶ جولائی ۲۰۱۰ء کو ارسال کیا تھا، مگر واللہ اعلم حضرت نے کیوں اس پر خاموشی اختیار کر کے اس طالب علم کو جواب سے سرفراز نہیں فرمایا؟

نوٹ:

پچھلے حوالوں میں نمبر ۸ (یعنی تشریح الافلاک) کا حوالہ اور یہاں مؤخر الذکر دونوں تحریرات کا حوالہ نیا ہے، حضرت کی خدمت میں ارسال کرتے وقت یہ اندراج نہیں تھا، قاسمی)

(۵)

﴿سابقہ فتویٰ سے رجوع﴾

جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام نے صبح صادق اور کاذب کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فتویٰ دیا تھا، جو کہ بمع سوال مندرجہ ذیل ہے:

استفتاء : دربارہ فرق بین الصبح الصادق والکاذب

''کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ صبح کاذب وصبح صادق کی پہچان کیا ہے؟ فقہاء نے لکھا ہے کہ صبح کاذب ایک جگہ سے طلوع ہو کر دُم کی طرح لمبائی میں اوپر آسمان کی جانب سفید روشنی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد پھر غائب ہو جاتی ہے اور صبح صادق جب ایک دفعہ طلوع ہو جائے تو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور اسکی روشنی افق پر اونچائی کے بجائے کنارو ں پر عرضاً پھیلنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک تو بات اس فقیر کی سمجھ میں آ رہی

ہے لیکن سوال یہ ہے کہ:

"(۱) کیا صبح کاذب سال کے چند مخصوص مہینوں میں ظاہر ہوتی ہے باقی مہینوں میں صرف صبح صادق ہی ہوتی ہے۔۔۔؟

(۲) اور جن دنوں صبح کاذب، صبح صادق سے پہلے طلوع ہوتی ہے تو ان دنوں میں (فجرین) کے درمیان زیادہ سے زیادہ وقفہ کتنا ہونا چاہئے۔ یعنی جب صبح کاذب غائب ہوجائے تو صبح صادق اس سے زیادہ سے زیادہ کتنی دیر بعد طلوع ہونا چاہئے؟

(۳) ایک صاحب کہتے ہیں کہ فنِ فلکیات سے ثابت ہے کہ صبح کاذب صرف دو مہینوں (وسطِ اگست تا وسطِ اکتوبر) میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ براہ مہربانی جوابات نمبروار احادیث اور فقہاء کے اقوال کی تصریحات کے ساتھ تحریر فرمائیں۔"

الجواب حامداومصلیا

(۱) صورت مسئولہ میں کتب حدیث، فقہ اور فلکیات میں وضاحت کی گئی ہے کہ صبح صادق سے کچھ قبل صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہوتی ہے جو صبح صادق تک باقی رہتی ہے۔ فقہ اور فلکیات میں میں یہ وضاحت بھی ہے کہ صبح کاذب ہر موسم میں ہوتی ہے یعنی صبح کاذب کا ظہور سال کے چند مہینوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمیشہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب ہوتی ہے۔

(۲) صبح صادق کے ظاہر ہونے کے بعد صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقفے کا

وقت متعین نہیں ہے بلکہ ہر موسم اور ہر علاقے میں موسم کی نوعیت مختلف ہوتی رہتی ہے۔لہٰذا موسموں اور علاقوں کے اختلاف کی بنا پر یہ وقفہ زیاہ سے زیادہ ۱۲ منٹ سے ۱۹ منٹ تک ہوتا رہتا ہے۔

(۳) اور جو صاحب فن فلکیات کے حوالے سے کہتا ہے کہ صبح کاذب دومہینوں، (وسط اگست تا وسط اکتوبر) میں ظاہر ہوتی ہے، اور دوسرے مہینوں میں ظاہر نہیں ہوتی، حدیث، فقہ اور فن فلکیات کے حوالے سے اسکی بات درست نہیں ہے کیونکہ صبح کاذب تمام مہینوں میں ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ نیز وسط اگست تا وسط اکتوبر ایک، روشنی ظاہر ہوتی ہے وہ ''زوڈیکل لائٹ' ہوتی ہے جسکی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے اسکا صبح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ صبح کاذب سے کافی پہلے ظاہر ہوتی ہے، اس کے بعد صبح کاذب ظاہر ہوتی ہے'' .... (فتوی نمبر ۲۲/۱-۱۰۹، مورخہ: ۱۱/۳/۱۴۲۷ھ)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ان حضرات نے کیسے واضح الفاظ میں بلاکسی ابہام وتشکیک کے ان اصول کی تردید فرمادی ہے، جن کے بل بوطے پرانا نقشہ (۱۸ درجے) قائم ہے۔ اور اب زیر تبصرہ خط میں لکھ رہے ہیں کہ ''اس لئے جمہور علماء کرام اور اہل فن کے اقوال وتحقیقات کی موجودگی میں ہم واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ ہماری رائے اٹھارہ درجے زیرافق کی ہے'' سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟

حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے علمی معاشرے میں جو تباہ کن امراض جنم لئے ہوئے

ہیں ان میں ایک شخص پرستی بھی ہے، اللہ کریم کے فضل ہی سے آدمی اس مہلک مرض بچ سکتا ہے اور اس دور میں جو شخص اس قسم کے امراض سے محفوظ رہ سکا اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم اور احسان ہوا۔ اس مرض کے ہوتے ہوئے آدمی کی آنکھیں کھلتی ہی نہیں۔ حالانکہ سب سے پہلے تو حدیث رسول اللہ ﷺ **ترکت فیکم امرین لن تضلوا اذا تمسکتم بھما** میں واضح طور پر یہ سبق موجود ہے کہ قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور چیز کو یہ سند نہیں حاصل۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد محدثین وفقہاء کرام کے منہج کو غور سے دیکھا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ وہ حضرات دین کے معاملے میں کتنے محتاط تھے، کسی حدیث کا نہ ملنا اتنا نقصان دہ نہیں سمجھا جاتا تھا جتنا غیر حدیث کا حدیث بننا خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کا یہ اصول متفق علیہ تھا کہ کسی چیز کے اثبات کے لئے ٹھوس دلیل کا ملنا ضروری ہے، ورنہ محض زبان خلق ان کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اسی طرح شرح عقود رسم المفتی میں ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلکی مسائل اسی اعتقاد واعتماد کی بنیاد پر صدیوں سے غلط چلے آتے رہیں حتیٰ کہ علامہ شامی نے ان کی نشادہی فرما کر اس طریقہ کار پر سخت نکیر کی جہاں اصل دلیل وماخذ کا لحاظ کئے بغیر کسی دوسرے ذریعے سے حکم شرعی ثابت کیا جاتا ہو، اور فرمایا کہ اصول پر اعتماد کرنا درمیانی سب امور پر سبقت رکھتا ہے۔ ان کے بعد ہم اکابر دیوبند کے ہاں جو طرز دیکھتے ہیں تو وہ کسی سے مخفی نہیں کہ یہ حضرات **لایخافون لومۃ لائم** کے سو فیصد مصداق تھے۔ قیام اللیل کے مسئلے میں مفتی دیوبند

حضرت حسین احمد مدنیؒ کے خلاف حضرت مفتی تقی عثمانی دمت برکاتہم کا زمانہ طالب علمی کی مخالف تحقیق ،سب پر واضح ہے اور مزے کی بات یہ ہے یہ کام حضرت نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم محمد شفیعؒ کی اجازت کے بھی بغیر کیا تھا،مگر والد صاحب نے اس کی تصویب فرما کر اس عمل کی حوصلہ افزائی کی ۔اسی طرح عصر حاضر میں سینکڑوں اکابر علماء کی مخالفت کے باوجود حضرت تقی عثمانی صاحب مدظلہم اسلامی بینکاری کے زبردست محرک ہیں ،اسی طرح جن بزرگوں نے حضرت تقی صاحب کی مخالفت ضروری سمجھی انہوں نے بھی عملی طور اس نظریے کا ثبوت پیش کیا کہ ان کے ہاں کسی بڑے سے بڑے یا علامہ وقت کے ساتھ اتفاق اس وقت نہیں کیا جاسکتا جب وہ کام ان کی نظر پر اصول کے موافق نہ ہو، یہاں ہم اسی اختلاف کے بارے کچھ نہیں کہہ سکتے ۔اس روش میں ہمارے موضوع سے متعلق جتنا حصہ تھا اسے ہم نے بیان کر دیا۔لہٰذا اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان سب واقعات میں یہ اسلئے کیا گیا کہ اصول شریعت کو برتری حاصل ہو باقی اگر کسی شخصیت کو اس کے ساتھ اتفاق نہ ہو تو وہ اس کا اپنا معاملہ ہے مگر محقق کے لئے شرعی طریقہ کار یہ ہے کہ شخصیت کی بجائے شریعت کا لحاظ کر کے آگے بڑھے۔

جامعہ فریدیہ کے مفتیان کو اللہ کریم بہت بہت جزائے خیر عطاء فرمائے ۔کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے سچے وارث اور دین اسلام کے اونچے درجے کے خادم ہیں ۔ان بزرگوں کی شان بہت بلند ہے ہم ان حضرات کے بارے میں یہ نظریہ تو نہیں رکھتے مگر اس تضاد بیانی اور ان حضرات کے عملی مظاہرے سے ہمارا حسن ظن ضرور متاثر ہونے

لگتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے استفتاء میں ان حضرات سے جو سوال کیا گیا تھا اس میں ظاہر میں کسی پر تنقید ونکیر تھی نہیں تو ان حضرات نے محض اپنے علم ومطالعہ کی بنیاد پر جو فتویٰ دیا اس میں پرانے نقشے کے ان اصولوں کی مکمل تردید آگئی جن پر وہ قائم کیا گیا تھا۔ مگر معاف فرمایئے گا کہ جب اس فتویٰ کی بنیاد پر ۱۸ درجے کے نقشے کی مخالفت اور ۱۵ درجے کے نقشے کی تائید کی گئی، تو ان حضرات کو جب یہ معلوم ہوا تو فوراً رجوع کا اعلان فرمایا، ذرا بتا دیا جائے کہ ایسا کیوں کیا گیا کونسی نئ تحقیق سے گزر کر یہ فیصلہ کیا گیا۔ ہمارے خیال میں یہاں محض دوسروں کے ساتھ اتفاق ہی ان کے لئے سب سے بڑی مجبور بن گئی کہ انہیں اپنے واضح فتوے سے رجوع کرنا پڑا مگر وجوہات کوئی نہیں ذکر فرمائیں۔

(۶)

﴿احتیاط ۱۸ درجے والے نقشے میں ہے﴾

جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ بگوی صاحب ۱۵ درجے نقشے کا پرچار کرتے ہوئے عوام المسلمین کے فرائض (روزوں) کا وبال اپنے سر لے رہے ہیں ،لہٰذا انہیں یہ کام نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کی ایک وجہ یہ ذکر فرمائی۔ کہ یہ کام عدم احتیاط کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ کیونکہ جس وقت میں ۱۵ درجے کے مطابق سحری کھائی جاتی ہے وہ وقت دراصل روزے کا وقت ہے، لہٰذا:

احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ۱۸ درجے کے مطابق ہی نقشہ بنایا جائے۔ اگر ان

حضرات سے سوال کیا جائے کہ روزے کے حوالے سے آپ کی بات تو واقعی احتیاط پر مبنی ہے مگر نماز کے بارے میں آپ کے احتیاط کا کیا معنی؟ تو اس کے جواب کی طرف مندرجہ ذیل عبارت میں اشارہ کیا ہے:

> ''باقی جہاں تک تعلق ہے فجر بچانے کا تو اس کا خیال علماء کرام نے پورا پورا رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، احتیاط اس میں ہے کہ موجودہ نقشوں کے مطابق سحری کا وقت ختم ہو جائے تو فوراً نماز فجر نہ پڑھیں بلکہ دس پندرہ منٹ انتظار کر کے پڑھیں تا کہ صبح صادق بلا اختلاف ہو جائے تاہم اگر کسی نے فوراً نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی'' (ص ۶)

احتیاط کی بات کہاں کی جاتی ہے؟

سوال یہ ہے کہ احتیاط کی بات کہاں کی جاتی ہے؟ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے کہ احتیاط کی بات اختلافی مسائل میں آتی ہے تا کہ اختلاف العلماء سے نکل کر وہ عمل دونوں کے نظریات وتحقیقات کے مطابق درست ہو جائے ۔گویا کہ اب اس فعل کا جواز اوراس کی صحت یقینی ہوگئے ۔گویا کہ عملی طور پر احتیاط کی صورت وہی کہلائے گی جس میں من وجہ دونوں تحقیقات پر عمل ہو سکے۔ چنانچہ فقہاء احناف ظہر وعصر کی نماز کے حوالے سے احتیاط اس میں سمجھتے ہیں کہ ظہر مثل ثانی سے پہلے پہلے پڑھی جائے اور عصر مثل ثانی کے بعد پڑھی جائے۔اس کے برعکس اگر کوئی شخص

اس بات پر زور دیتا رہے کہ نماز ظہر کا وقت مثل ثانی کے اختتام تک ہے یہاں تک نماز ظہر پڑھی جائے اور اس میں عصر کی نماز جائز ہی نہیں، تو اسے کیا کہا جائے گا۔ اسے کسی طرح بھی احتیاط کے پیش نظر درست نہیں کہا جاسکتا۔ ہم نے عدم درستگی کا جو قول کیا ہے اس کی سمجھ میں غلطی نہیں ہونا چاہئے یہ ''عدم درستگی احتیاط'' ہے نہ کہ ''عدم درستگی قول احناف'' ہے۔ احناف کا تو مسلک یہی ہے اس میں کسی کو کلام کی کیا ضرورت ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

۱......احتیاط کا قول اختلافی مسائل میں ہوسکتا ہے۔

۲......دونوں اقوال پر عمل ممکن ہوگا تب بات احتیاط کی ہوگی ورنہ

۳......مسلک یا کسی ایک قول کے تحت ہوگی۔ ہاں اس قول کا درست وغلط ہونا ایک الگ بحث بنے گی مگر کم ازکم یہ بات طے شدہ ہوگی کہ قول احتیاط کا نہیں اختلافی ہے۔

۴......ورنہ لازم آئے کہ اس قول والے کے نزدیک اس میں دوسرا قول جائز ہی نہیں۔ اور جب کوئی فعل ایسا ہو تو ان کے نزدیک یہ قول اتفاقی ہوگیا نہ کہ اختلافی، مگر اس صورت ان حضرات کا احتیاط کا قول ہی باطل ہوجائے گا کیونکہ اتفاقی فعل میں احتیاط کی بات ہی درست نہیں ہے۔

۵......لہٰذا......احتیاط کے قول والے پر دونوں میں سے ایک کا اثبات لازم ہے، یا عمل دونوں اقوال پر ممکن بنادے یا اپنے دعوے کو اتفاقی ثابت کر کے احتیاط کی بات چھوڑ دے۔ گویا کہ احتیاط اور اپنا اختلافی موقف کو پکڑے رکھنا بیک وقت جائز نہیں۔

اب آتے ہیں مذکورہ بالا احتیاطی مشورے پر تبصرے کی طرف، چنانچہ مذکورہ بالا وضاحتی بیان سے معلوم ہوا کہ بعینہ اسی طرح فجر میں (صوم وصلوٰۃ) کے حوالے سے ۱۸ اور ۱۵ درجے کے اختلاف میں ضرورت احتیاطی صورت کی تعیین ضروری ہوگی۔ جس سے معلوم ہوجائے گا کہ جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام کا مشورہ احتیاط پر مبنی ہے یا اختلافی موقف پر ہی مبنی ہے۔

کیا یہ احتیاط ہے؟

جب یہ بھی کہا جاتا ہو کہ ۱۸ درجے کے بعد فوراً نماز نہ پڑھی جائے اور یہ بھی کہا جاتا ہو کہ اگر کسی نے پڑھ لی تو نماز ہوجائے گی، اس کا عملی فائدہ تو کم از کم ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ تو گویا کہ ۱۸ درجے کے بعد مطلق اجازت ہوئی، تو پھر جامعہ مذکورہ کے معزز مفتیان ارشاد فرمائے کہ ان حضرات کے اس قول "**باقی جہاں تک تعلق ہے فجر بچانے کا تو اس کا خیال علماء کرام نے پورا پورا رکھا ہے**" کا مطلب کیا ہوگیا؟ ان حضرات کا یہ فرمان تو تب مفید ہوتا کہ ۱۸ درجے اور ۱۵ درجے کے درمیانی وقت میں نماز نہ پڑھی جاتی بلکہ اذان بھی نہ دی جاتی تو تب اسے "**فجر بچانے کا خیال**" کہا جاسکتا تھا۔ اس کے بغیر تو یہ ایک مستقل موقف ہے جس کے ابطال میں الحمدللہ ان فقیروں کے پاس سینکڑوں شواہد موجود ہیں۔

ان مشوروں کے عملی نتائج: مفتیان کرام کی مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ جہاں تک عملی نتائج کا تعلق ہے وہ اس سے شائد کچھ ۲ فیصد بھی حاصل ہوجائے

تو غنیمت، اگر ان حضرات کو نمازِ فجر بچانے کے سو فیصد نتائج مطلوب ہوں تو اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا کہ باقاعدہ نقشہ اوقات ہی ۱۵ درجے کی بنیاد پر بنا دیا جائے اور رمضان کے لئے الگ ۱۸ درجے پر اختتام سحری کا ایک نوٹ تحریر کیا جائے، چنانچہ اسی طریقہ سے دونوں عبادات کی بچت ممکن ہے۔اس کے علاوہ جو صورتیں مفتیان کرام محض تحریراً تجویز فرماتے ہیں ان میں سے کسی صورت کو بھی عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔کسی کو فتوے کا پتہ ہوگا کسی کو نہیں ہوگا کوئی کہے گا احتیاط کر کے نماز ۱۵، ۲۰ منٹ تاخیر سے پڑھنا چاہئے کوئی کہے گا کہ اگر نماز فوراً یعنی ۱۵ درجے سے پہلے پہلے پڑھی جائے تب بھی ہو جاتی ہے لہٰذا جب تک باقاعدہ نقشہ ۱۸ درجے پر شایع کیا جاتا ہو اور تجاویز الگ دئے جاتے ہو تو اس طریقہ کار کا کوئی خاص اور معتد بہ فائدہ نظر نہیں آتا۔ ذیل میں اس کا عملی نتیجہ دیکھنے کے لئے ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

”2011ء کے رمضان میں بتاریخ 4 اگست 2011ء کو راقم اپنے ایک بیمار رشتہ دار کی خدمت کی غرض سے پشاور کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال (L.R.H) میں موجود تھا ۔سحری سے فارغ ہو کر وہاں بالا حصار گیٹ پر ”گول مسجد“ میں نمازِ فجر کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ جونہی 4 بج کر 5 منٹ پر گھڑی کی سوئی پہنچی تو امام صاحب آگے بڑھ کر مصلے پر تشریف لے گئے اور پیچھے صفیں بن کر تکبیر ہوئی اور جماعت شروع ہو گئی ۔حالانکہ اس دن 15 درجے کے مطابق اذان فجر کا ٹائم: 4 بج کر 7 منٹ تھا، جبکہ 18 درجے کے مطابق انتہاء سحر کا ٹائم: 3 بج کر 54 منٹ تھا“

اب احتیاط کے فتوے کو دیکھا جائے تو قائلین 18 والے اپنے پیروکاروں کو کہاں تک اس قابل بنا سکتے ہیں کہ ان کی نمازیں خطرے سے بچ جائیں۔ جب کہ اس کے برعکس راقم 15 پر عمل اختیار کرنے کے باوجود 3 بج کر 40 منٹ پر سحری سے فارغ ہو کر مسجد میں موجود تھا، بلکہ مسجد لوگوں سے تقریباً 40 فیصد بھری ہوئی تھی۔ حالانکہ پیش امام سمیت ان لوگوں کو احتیاط کی کسی صورت یا فتوے کا ہرگز علم نہیں تھا۔ مگر اس کے باوجود 50 فیصد لوگ سحری سے فارغ ہو کر اپنے روزے بند کر چکے تھے۔

(۷)

(بگوی صاحب من افتیٰ بغیر علم الخ کے مصداق ہیں)

جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ ''سحری کے جس وقت میں آپ لوگوں کو کھانے کی کھلی چھٹی عطاء فرما رہے ہیں وہ پندرہ سے بیس منٹ جمہور علماء کرام فجر کا حصہ قرار دے رہے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ فرما دیں مذکورہ بالا فقہی ضابطہ اور احتیاط پر آپ کا کتنا عمل ہے؟ اور اس وقت جو کوئی کھانا کھائے گا یا پانی پیئے گا تو اس کا وبال کس پر ہوگا، کہیں حدیث مبارک '' **من افتی بغیر علم کا ن اثمه علی من افتاه** '' کا مصداق تو نہ ہوگا''

سوال ہے کہ ان حضرات کا یہاں ''**بغیر علم**'' سے کیا مراد ہے؟

(۱)......گر اس سے مراد (بقول ان حضرات) کے جمہور کے مقابل ہے تو پھر کیا ان حضرات کے نزدیک مفتی رشید احمدؒ لودھیانوی بھی حدیث مذکور'' **من افتیٰ ...الخ**

کے تحت آئیں گے؟ محترم بگوی صاحب تو حضرتؒ کی تحقیق کا پرچار کرتے ہیں۔

(۲)......اور اگر ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ بگوی صاحب جب اسے بیان کرتے ہیں تو اس کا فاضل درس نظامی ہونا ضروری ہے مگر اس صورت میں بھی کلام آئے گا کہ کیا کسی شخص کی محض دستار بندی ایسے مسائل میں کافی ہوجاتی ہے؟ ظاہر ہے یہ بات صرف کافی نہیں۔ نیز اگر محض نقل کے لئے فاضل ہونا ضروری ہے پھر تو غیر فاضل لوگ دین کا کوئی خدمت ہی نہ کرسکے۔

(۳)......اور اگر اس میں ''علم'' سے مراد شرعی اور فنی بنیادوں پر تحقیق ہے تو پھر یہ مسئلہ خود جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام کے لئے بھی مشکل ہوجائے گا کیونکہ ان کے پاس کونسی ذاتی تحقیقات ہیں جو کہ انہوں نے اس موضوع پر تمام مراحل سے گزر کر مرتب فرمائی ہیں؟ معاف فرمائیے گا اس صورت میں کہیں حدیث مذکور کا مصداق تو یہ حضرات خود نہیں ٹھہریں گے؟

قارئین! معاف کیجئے گا حقیقت وہ نہیں ہے جو مفتیان کرام نے فرمایا ہے، کیونکہ اس پر مذکورہ بالا سوالات وارد ہوتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب دلائل شرعیہ کی روشنی میں باقاعدہ تحقیق کے بعد کسی عمل کا ثبوت ہوجائے تو وہ عمل ایک شرعی حیثیت اختیار کرکے شارع کی طرف منسوب ہوجاتا ہے، ورنہ مجتہد غلطی کے باوجود ماجور نہ قرار دیا جاتا۔ پھر اسی تحقیق کو حکمت وبصیرت کے ساتھ آگے منتقل کرنا لوگوں کو سمجھانا ہر اس شخص کے لئے جائز ہوجاتا ہے جو موقع شناس ہونے کے ساتھ ساتھ یہ سمجھ

بھی رکھتا ہو کہ اس کے طریقہ کار سے امت کے اندر اصلاح کا حصول تو ضرور ممکن ہو، مگر ایسا ہرگز نہ ہو کہ اس سے شر و فساد کے اسباب وجود میں آنا شروع ہو جائیں۔ بس اس کے لئے کسی قسم کا مفتی ہونا ضروری نہیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی مفتی ان باریکیوں سے ناواقف ہے تو اسے مفتی ہونے کے باوجود یہ حق نہیں حاصل کہ لوگوں میں اصلاح کی بجائے، خواہ مخواہ مزید اختلافات، ضد وہٹ دھرمی، علمی میدان میں جمود مطلق اور احترام اکابر کے نام سے درحقیقت شخص پرستی کی تخم ریزی کرتا چلے۔ خلاصہ کلام یہ کہ امت میں کسی فعل کی اشاعت کے مندرجہ ذیل دو امور کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱)......صول شریعت کے مطابق اس فعل کا ثبوت ہو چکا ہو۔

(۲)......مقصد اور روح شریعت کے مطابق اس کی اشاعت وترویج ہو رہی ہو۔

(۸)

﴿ یہ معاملہ جہاں فنی ہے وہاں شرعی بھی ہے ﴾

جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام تحریر فرماتے ہیں ''یہ معاملہ جہاں فنی ہے وہاں شرعی بھی ہے'' مفتیان کرام کی خدمت میں ہماری گزارش یہ ہے، کہ نماز فریضہ اسلامی ہے اور ان کے اوقات بھی نص قرآن سے ثابت ہوکر وظائف شرعیہ ہیں۔ اور ان حضرات کے علم مبارک میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ نے ان اوقات کی معرفت سو فیصد بمطابق قرآن حاصل کی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اصلاً اوقات نماز کا معاملہ شرعی ہے نہ کہ فنی۔ ہاں تخریج اس کی فنی ہو سکتی ہے مگر یاد رہے کہ ''تعیین اوقات''

الگ چیز ہے ''تخریج اوقات'' الگ کہانی ہے۔ ایک وقت کو کسی نماز کے لئے موزوں یا غیر موزوں سمجھنا، جائز اور ناجائز سمجھنا یہ معاملہ شریعت کا ہے اور پھر جب ایک دفعہ اس کی نشاندہی شریعت کی روشنی میں ہوسکے تو اب اس پر قیاس کر کے (یعنی اوقات نماز کے سائنسی فارمولے) بروئے کار لا کر اوقات کا ایک مستقل نظام بنانا یہ فنی کرامات ہیں۔

اوقات نماز میں ان دونوں پہلوؤں کو جب تک نہیں سمجھا جاتا اس وقت تک حقائق نظروں کے سامنے ہوتے ہوئے اوجھل ہونگیں۔ اسی طرح جب تک ایک شخص ان دونوں زاویوں میں صحیح فرق کرنے پر قادر نہ ہو، اسے اس میدان میں آ کر کچھ بولنے کی اجازت ہی نہیں دی جاسکتی اور نہ وہ اس موضوع پر لکھنے کا اہل ہوسکتا ہے۔ معاف فرمائے ہمارے معزز مفتیان کرام کی مذکورہ بالا عبارت سے اندازہ ہورہا ہے کہ ان حضرات پر ابھی تک یہ موضوع ہی نہیں واضح ہو چکا ہے۔ ورنہ یہ حضرات مسئلہ اوقات کو اس سطح پر نہ لے آتے کہ اوقات نماز کو یا تو اصلاً فنی بنا دیا اور ثانیاً شرعی بنا دیا۔ یہ مفہوم الفاظ ''شرعی بھی'' سے واضح ہورہا ہے۔ اور یا پھر دونوں کو ایک ہی پوائنٹ پر ملا کر رکھ دیا اور یہ مفہوم عبارت مذکورہ میں ''جہاں وہاں'' کے الفاظ سے بالکل ظاہر ہے۔ حالانکہ اوپر کے سطور میں واضح ہوگیا کہ اوقات نماز کی تعیین کا مسئلہ اصلاً شرعی ہے اور اس کی تخریج کا مسئلہ فنی ہے۔

اختلاف کس چیز میں ہے، جب اوقات نماز میں مذکورہ بالا دونوں پہلو کی الگ الگ حیثیت تسلیم کی گئی تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اصل اختلاف کس چیز میں ہے؟

''تعیین وقت'' میں ہے یا ''تخریج وقت'' میں ہے؟ یا یوں کہئے کہ یہ اختلاف کیا (۱) خالص شرعی ہے؟ یا (۲) پہلے شرعی پھر فنی ہے؟ یا (۳) فنی اور شرعی دونوں ہے؟ یا (۴) پہلے فنی پھر شرعی ہے؟ ذیل میں تعیین وقت اور تخریج وقت کی تعریف ذکر کی جاتی ہے اس سے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائیں گے۔

تعیین اوقات کیا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اوقات نماز کے لئے شریعت نے جو اوقات یا ان کی نشانیاں اور صفات بیان کی ہیں جب وہ پائی جائیں تو انہی کے متعلق نماز پڑھی جائے۔ اب اگر فن ہمیں کسی وقت کے بارے بتا تا ہے کہ اس وقت فلاں نماز کا وقت داخل ہو جاتا ہے تو ہم محض اس کے کہنے پر اعتماد کر کے اس کو شرعی مقام دینے کے مرتکب ہو جائیں گے۔ اور فن کو شرعی مقام دینے کا کیا حکم ہوگا یہ مفتیان کرام بتا سکتے ہیں۔ بہر حال فن نے کچھ مہربانی کر کے ہمارے ساتھ تعاون کا ارادہ کر ہی لیا تو ہمارا کام یہ ہوگا کہ اصول شریعت کی روشنی میں اس وقت کے حالات و نشانیوں کا جائزہ لیں گے اگر شریعت نے تسلیم کیا تو ٹھیک ورنہ اس کے قبول کرنے سے عذر کر دیں گے۔ اس کی مثال جیسا کہ روز نت نئے مسائل مثلاً میدان طب، مالایات، سیاست وغیرہ میں شرعی مقاصد کو مدنظر رکھ کر ماہرین معاشیات نے مرتب کرتے رہتے ہیں مگر ہم میں سے کوئی بھی اس وقت اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جب تک اسے اسلامی اصولوں کی موافقت نہ دیکھی جائے۔ اب یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً جدید معاشیات کے روز نئے

صورتوں کا جواز وعدم جواز فنی نہیں بلکہ شرعی مسائل ہیں ۔بالکل اسی طرح کسی وقت (مثلاً نماز فجر کے حوالے ۱۸ یا ۱۵ درجے) میں نماز کا پڑھنا جائز یا ناجائز شرعی معاملہ ہے نہ کہ فنی ۔اور یہی تعیین وقت کہلاتا ہے۔

تخریج اوقات کیا ہے؟:

تخریج اوقات سے مراد یہ ہے کہ شرعی طور پر جو اوقات جن نمازوں کے لئے متعین ہوگئے ۔انہیں گھڑی کی مدد سے کیسے پہچانے جائیں؟ اب سائنسی فارمولے استعمال کر کے معین وقت کو ایک کاغذ کے اوپر گھڑی کے مطابق لکھنا اور درج کرنا، جسے دیکھ کر آدمی مستقبل میں اسی نماز کا وقت پہچان سکے ۔تخریج اوقات کہلاتا ہے۔اب اس کے فنی ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں ہوسکتا۔اور یہاں یہ بات قابل نوٹ ہے کہ اس طریقے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے یعنی آپ کسی خاص معین وقت کا چارٹ بنانا چاہتے ہیں تو آپ چاہے کسی بھی ماہر ریاضیات کو بتادے حتیٰ کہ غیر مسلم ماہر ریاضیات بھی وہی نتائج آپ کو دیگا جو ایک خالص مسلمان ماہر فن دے سکتا ہے، بشرط یہ کہ دونوں کو آپ نے وہ خاص پوائنٹ بتلادی جس پر آپ وقت درج کرنا چاہتے ہیں۔

اختلاف کس چیز میں ہے؟

اب دیکھیں کوئی کہتا ہے صبح صادق ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کا نام ہے کوئی کہتا ہے ۱۵ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کا نام ہے۔اب مذکورہ بالا تفصیلی تمہید کو مدنظر رکھ کر کیا قارئین بتاسکتے ہیں کہ یہ ما اختلاف فنی ہے یا شرعی ہے؟ غور کیا جائے تو

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''تعیین وقت'' کا مسئلہ درپیش ہے، کیونکہ اسی میں اختلاف ہے یہی وجہ ہے کہ تخریج وقت مین اختلاف نہیں دونوں فریق اپنے اپنے درجات کے مطابق تخریج کرتے ہیں اب ان دونوں کا اتفاق ''تعیین'' ہی سے ہوگا، جب تعیین ہوگی تو تخریج اوقات خود بخود اسی کے مطابق ایک ہوجائے گی۔لہٰذا جب اختلاف تعیین اوقات میں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ''خالص شرعی'' ہے۔یا پھر اگر ''تخریج اوقات'' کا اعتبار کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسئلہ ''پہلے شرعی پھر فنی'' ہے۔جب یہ معاملہ اصلاً شرعی ہے تو مفتیان کرام کے لئے اجتماعات اور کانفرنسوں میں پروفیسروں اور سائنسدانو ں کو بلانے کی کوئی ضرورت نہیں، سارے علماء اور مفتیان کرام مل کر صبح صادق اور کاذب کی نشانیوں کے مطابق عینی مشاہدات کرکے اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں، اور بس ،اس میں کسی سائنس اور فن کی کوئی ضرورت نہیں۔جب ''تعیین اوقات'' کا یہ مرحلہ گزر جائے تو پھر اہل فن کی خدمات حاصل کرکے ''تخریج اوقات'' کا مرحلہ شروع کیا جاسکتا ہے، اور اول الذکر ذمہ داری علماء کرام کی ہے جبکہ مؤخر الذکر اہل فن حضرات کا وظیفہ ہے۔جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ مسئلہ اوقات نماز پر ذمہ داری کے ساتھ (نہ کہ جانبداری کے ساتھ) سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اسی نوعیت کے مطابق حل فرمائیں۔جس میں اہل علم اپنی ذمہ داری پوری کریں اور اہل فن اپنے فرائض سرانجام دیں، ذمہ داریوں کے اس خلط ملط نظام نے مسئلے کو الجھایا ہوا ہے۔

(۹)

﴿رابطہ عالم اسلامی وغیرہ کے فیصلے﴾

ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ عصر حاضر میں اس موضوع پر علماء کرام کی بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد ہوتی رہی ہیں۔اور ان میں اسی پر فیصلے ہوتے رہیں کہ صبح صادق ۱۸ درجے زیر افق پر طلوع ہوتی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ ان اجتماعات میں عینی مشاہدات کے بغیر فلکیین کے اقوال پر اعتماد کیا گیا ہوتا ہے۔ان سے استدلال کسی طرح بھی درست نہیں جب تک ان میں سے کسی نے بروجی روشنی، فلکی فلق وغیرہ کا دلائل اور ذاتی مشاہدات کی روشنی میں ازسرنو جائزہ نہ لیا ہو۔محض دور جدید کے ماہرین کے اقوال، جنہوں نے سارا خزانہ علم فلکیات ہی اہل مغرب سے حاصل کیا ہوا ہے، کے اوپر کسی فیصلے کا قطعاً اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔اگر مذکورہ بالا حوالجات کی پشت پر ماہرین فن کے محض اقوال کے علاوہ کچھ تحقیق وتنقید کا سہارا موجود ہے تو سامنے لایا جائے ورنہ محض یہ حوالے چنداں مفید نہیں۔چنانچہ اردن کے کلیۃ الشریعہ کے ڈاکٹر ابراہیم الکیلانی صاحب کی عبارت نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

"ومن هذه المعلومات المستفادة من الانسا كلو بيد يا البريطانيه والامريكيه وتحديد درجة واحدة هى درجة ١٨ لبداية الضوء فى مطلع النهار..الخ.. (برطانیہ۔۔۔ پر صبح صادق وشفق کی تحقیق" ص۲۲۳)

ترجمہ: اور یہ معلومات کہ دن کی روشنی کی ابتداء سورج کے 18 درجے زیر

افق سے ہوتی ہے، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا آف امریکہ سے ماخوذ ہیں۔

اب جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ واقعی ہمارے مسلم علماء نے صبح صادق کے اقوال محض اہل مغرب سے لئے ہیں تو پھر ان کے قول پر اندھا اعتماد کر کے بغیر تائید مشاہدہ اور دیگر علمی تحقیق کے کیسے عمل کیا جا سکتا ہے؟ مجبوری اور عذر کی بات الگ ہے مگر جب بات تحقیق کی آتی ہے اور اسے مستقل قانون کی شکل میں عملی طور پر نافذ کی جا رہی ہو، تو لازم ہے کہ مشاہدات سے ان قواعد و بیانات کی تائید ہو جائے۔ اس حوالے سے کسی خاص علاقے میں فضاء کا موزوں نہ ہونا کوئی عذر نہیں ہے۔ اس کے لئے ملک کے دیگر علاقوں میں کمیٹیاں تشکیل دی جا سکتی ہیں، کوئی جلدی نہیں ہے، عجلت اور جلد بازی کی بجائے موقع اور موسم کے تلاش میں لگتے ہوئے سال بھی اس مسئلے کے حل ہونے میں لگ جائیں تو کوئی بات نہیں، مگر طریقہ کار عینی مشاہدات پر مبنی ہو کر خالص شرعی ہو، تو ایک محقق، بلکہ علماء اسلام کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۱۰)

﴿۱۵ درجے کے نقشے پر خانہ پری کے نام﴾

محترم بگوی صاحب کو ارسال کردہ خط میں جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام لکھتے ہیں:

''آنجناب نے مطبوعہ نقشوں میں اپنی حمایت میں جو نام لکھے ہیں ان کو دیکھ کر

معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض خانہ پری کے طور پر لکھے گئے ان میں کئی افراد کا نہ فتویٰ کے سلسلے سے تعلق ہے اور نہ ہی فن فلکیات سے‘‘

کوئی کہے یا نہ کہے راقم تو ضرور کہے گا، کہ مفتیان کرام واقعی علم ومعرفت کے میدان میں ید طولیٰ رکھتے ہیں ،اور بالخصوص مردم شناسی میں ان کی مثال شائد نہ ہو کہ انہوں نے ناموں کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ نقشہ پر نام خانہ پری کے طور پر درج ہیں۔ قارئین کہیں گے کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ واقعی مفتیان کرام نے صحیح نتیجہ نکالا ہے، پھر آپ تو مفتیان شناس نکلے؟ میں نہایت مؤدبانہ عرض کرونگا کہ کہیں اس فقیر سے مفتیان کرام کی بے اکرامی نہ ہونے پائے ،عرض یہ ہے کہ میں کسی چیز کو محض دیکھ کر کسی دور کے نتیجے پر پہنچنے کی پوزیشن میں کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اتفاق سے نقشے پر اس سیاہ کار کا بھی نام درج ہے، تو اب ظاہر ہے کہ مجھے تو اپنا حال سب سے بہتر معلوم ہے کہ ایک دنیادار آدمی ہوں، بس علم کے فضائل سننے کے بعد اخروی لالچ اور خواہشات نے خود غرضی میں مبتلا کر دیا ہے جس کی وجہ سے علماء کرام کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور تھوڑا بہت لکھ پڑھ کا حریص بن چکا ہوں وہ بھی محض نام کی حد تک ، جسے دیکھ کر محترم بگوی صاحب نے تحقیق کئے بغیر اپنے نقشے پر علماء کے ناموں میں اس دنیادار کا نام بھی ڈال دیا، بلکہ بگوی صاحب نیک آدمی ہیں یہ ان کا حسن ظن تھا۔ حالانکہ نہ ہمیں اس کا علم تھا اور نہ بگوی صاحب نے پوچھا ہے، بہر حال نام تو آ ہی گیا۔ لہٰذا راقم فقیر یہ عرض کر رہا ہے کہ مفتیان کرام کے قول کا مصداق تو یہ نالائق ہوسکتا ہے، مگر باقی حضرات کے جو نام درج

ہیں، مجھے اگر چہ سب ناموں کا علم بھی نہیں ہے کہ کون کون حضرات ہیں میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ حضرات دینی مدارس میں درس وتدریس اور دیگر علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں تو لامحالہ اس موضوع کے متعلق علم وفن سے واقف ہونگے۔

اس فقیر کو اس بات کے اقرار میں کوئی مانع نہیں ہے، کہ جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام بہت بڑے درجے کے لوگ ہیں، وہ عظیم درسگاہ جامعہ فریدیہ کے اہم ترین مناصب (درس وتدریس کے ساتھ ساتھ منصب افتاء) پر فائز ہیں۔اور راولپنڈی اسلام آباد کے ۱۸ درجے کے دیگر محققین بھی علم وفضل میں مشہور ومعروف ہیں کیونکہ عصر حاضر میں اصلاح امت کے خاطر دینی ادارے چلانا اور متعدد موضوعات پر لکھنا اور ماہنامہ رسائل وتحقیقاتی رپوٹس کی نشر واشاعت ماوشما کا کام تو نہیں ہوسکتا۔متعلقہ موضوع کے حوالے سے بھی ان حضرات کے علمی مقام کا تقاضاء یہ ہے کہ اس موضوع پر علم وفن کی روشنی میں مستند کام کیا ہوگا۔

ہمیں تو اپنی کم علمی کی وجہ سے ان حضرات کے قلم سے کوئی ایسی تحقیق نظر نہ آئی جس میں اس موضوع کے متعلق دیانت وانصاف کا دامن تھام کر کلام کیا گیا ہو، جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام ہی اپنے محققانہ کام کی نشاندہی فرما سکتے ہیں، تا کہ اسے مطالعہ کرکے یہ فقیر بھی مستفید ہوسکے۔مفتیان کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اپنے علمی اور فنی مہارت کی روشنی میں موضوع سے متعلقہ تحقیقات سے اس فقیر کو بھی مستفید فرما کر مشکور فرمائیں۔ہاں اس فقیر نے ۱۸ درجے کے محققین کی جو تھوڑی بہت تحریرات مطالعہ

کی ہیں۔ راقم زیادہ نہیں ۱۸ درجے کے ماہرین کی دو مثالیں نقل کرنے کی جسارت کرتا ہے، ۱۸ درجے کے محققین بمع جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام کے لئے یہ فخر کافی ہوگا۔

(۱) پہلی مثال: چونکہ مفتیان کرام نے اپنے سابقہ فتوے سے رجوع میں جدید مشاہدات کا بھی ذکر کیا تھا لہٰذا زیادہ مناسب معلوم ہوا کہ نمبر ا مثال بھی ان مشاہدات ہی کے حوالے سے درج کیا جائے۔ چنانچہ محترم سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب جدید مشاہدات کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں

> ''اس پر مزید اللہ کا احسان یہ ہوا کہ دارالعلوم کراچی کے اساتذہ کرام نے اپنے تخصص کے طلبہ کو ساتھ لے کر جدید مشاہدات کئے۔ان کے نتائج احقر کو بھی موصول ہوئے۔ان مشاہدات سے گویا ایک انقلاب آ گیا جو باتیں پہلے نظری بنیادوں پر سمجھانے میں مشکل محسوس ہو رہی تھیں۔ان مشاہدات کے نتائج نے ان کا سمجھانا آسان کر دیا'' ......(کاکاخیل مقالہ ص: ۱)

آگے ان مشاہدات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''مئی 2008 میں دارلعلوم کراچی کے اساتذہ کی نگرانی میں تخصص کے طلبہ نے مشاہدات کئے ہیں۔ان کے ساتھ بعض مشاہدات میں جامعۃ الرشید کے اساتذہ بھی شامل تھے۔ان کے مشاہدات کی تفصیلات دی جاتی ہیں ۔پہلی روئیداد بقلم مفتی حسین احمد مدظلہ استاذ دارلعلوم کراچی ہے۔دوسری بقلم مولانا عبدالحفیظ مدظلہ ہے اور تیسری بقلم مولانا احسن ظفر طالبعلم تخصص

سال دوم ہے''...................................(کا کاخیل مقالہ ص:۷)

ان مشاہدات پر یہاں تفصیلی کلام کا موقع نہیں البتہ اجمالی طور پر انتہائی مختصر تبصرہ، محترم کا کاخیل صاحب ہی کے مقالہ سے نقل کیا جارہا ہے:

پہلی روئیداد:

پہلا دن 6 مئی۔ مٹھی سے مقام مشاہدہ کے لئے روانگی رات 2:24 پر ہوئی اور 03:09 پر پہنچ گئے، اس دن افق پر دس، بارہ درجے تک گہرے سیاہ بادل تھے، (کا کاخیل مقالہ :ص:12)

دوسرا دن 7 مئی: اس دن 02:55 پر مٹھی شہر سے روانہ ہوئے اور 03:44 پر مشاہدے کے لئے ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ گئے، اس دن بھی افق پر تقریباً دس درجے تک سیاہی مائل بادل تھا۔ (کا کاخیل مقالہ :ص:12)

تیسرا دن 8 مئی البتہ افق کے قریب تارے نظر نہیں آرہے تھے، جس سے اندازہ ہورہا تھا کہ شاید افق پر بادل یا گرد وغبار ہے۔صبح جب روشنی خوب واضح ہوئی تو ہمارے خیال کی تصدیق ہوگئی اور محسوس ہوا کہ افق پر تقریباً آٹھ درجے تک سیاہی مائل بادل تھے (کا کاخیل مقالہ :ص:12)

چوتھا دن 9 مئی 03:54: پر مقام مشاہدہ پہنچے، افق پر نیچے سیاہ رنگ کے بادل تھے، اور اوپر سفید رنگ کے بادل بہت اونچائی تک پھیلے ہوئے تھے، درمیان میں کہیں کہیں سے آسمان کا نیلگوں رنگ نظر آرہا تھا، تاہم سفید بادلوں کی وجہ سے طلوع فجر کی روشنی کا احساس نہ ہوسکا۔

(کاکاخیل مقالہ:ص13)

پانچواں دن 10 مئی افق پر کوئی بادل نہ تھا، اوپر آسمان میں بھی بادل نہیں تھے، البتہ افق کے اوپر معمولی گرد تھی جس کا احساس سورج طلوع ہونے کے وقت ہوا۔(ایضاً)

چھٹا دن 11 مئی: اس دن افق پر نیچے سیاہ رنگ کے گہرے بادل تھے، اوران کے اوپر سفید رنگ کے بادل بہت اونچائی تک پھیلے ہوئے تھے۔ اسلئے مشاہدہ نہ ہوسکا۔ (کاکاخیل مقالہ :ص: 14)

دوسری ٹیم کی رپورٹ

(دوسری روئیداد)

8 مئی افق پر نچلے حصّے میں بعض جگہوں پر بادل کے ٹکڑے موجود تھے لیکن پہلے دو دنوں کی نسبت مطلع بالکل صاف تھا۔ (کاکاخیل مقالہ :ص:15)

(تیسری روئیداد)

8 مئی اور روشنی عرضاً افق کے دونوں طرف پھیل گئی پھر جوں جوں روشنی مزید ہوتی گئی تو معلوم ہوا کہ افق پر تقریباً 12 درجے تک باریک بادل موجود ہیں (کاکاخیل مقالہ ص:16)

9 مئی افق کے اوپر اس روشنی میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن افق واضح نہیں ہو رہا تھا۔ جب کچھ روشنی مزید ہوئی تو معلوم ہوا کہ افق پر کافی بادل ہیں جس کی

وجہ سے اوپر اوپر تو روشنی میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن افق کافی دیر تک واضح نہیں ہوا۔'' (کاکا خیل مقالہ :ص16)

قارئین ملاحظہ فرمائیں ان مشاہدات میں کونسا دن ایسا ہے جس میں دوران مشاہدہ ان حضرات نے بادل یا کم از کم گرد و غبار نہ دیکھا ہو؟ کیا ان مشاہدات کو فیصلہ کن قرار دئے جاسکتے ہیں؟!!! مگر اس کے باوجود محترم کاکا خیل صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ان مشاہدات سے گویا ایک انقلاب آ گیا جو باتیں پہلے نظری بنیادوں پر سمجھانے میں مشکل محسوس ہو رہی تھیں۔ ان مشاہدات کے نتائج نے ان کا سمجھانا آسان کر دیا'' ....(کاکا خیل مقالہ ص: ۱)

(۲) دوسری مثال: دوسری مثال راولپنڈی، اسلام آباد کے ۱۸ درجے کے بعض محققین کی ملاحظہ ہو، جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام بھی اگر فرصت ملے تو اس کا مطالعہ فرمائیں امید ہے، کہ یہ حضرات اپنے خداد علمی صلاحیتوں کی روشنی میں یہ فیصلہ فرمائیں گے کہ ان کے محققین کے علم وفن کا مقام کتنا بلند ہے؟ چنانچہ کشف الغطاء کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں:

''لہٰذا اول طلوع صبح صادق کے کچھ لمحات بعد تک کاذب کے نظر آنے کا امکان ہوتا ہے جو تبیین فجر (نہ کہ تبیین خطِ فجر) پر ختم ہوتا ہے'' ....

.... (کشف الغطاء، ص:۲۲۲، سطر نمبر ۱۸، ۱۹)

ہمیں نہیں پتہ جامعہ فریدیہ کے مفتیان کرام اس علمیت پر کتنا فخر کریں گے جس کے نتیجے

میں صبح صادق کے ظہور کے بعد صبح کاذب نظر آتی رہے؟ اور یہ کوئی جذباتی تحریر نہیں ہے جسے مغالطے پر حمل کیا سکے، اگلے صفحے میں بھی رقمطراز ہیں:

''دوسرے کاذب کی روشنی کا بعض اوقات ابتدائے طلوع صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آنے کا امکان ہے، اور فنی اعتبار سے بھی بروجی روشنی میں یہ امکان موجود، کمامر''........(کشف الغطاء، ص ۲۲۴، سطر نمبر ۷، ۸، ۹)

یہاں تو مؤلف کے فنی تبحر کا اندازہ بھی ہورہا ہے کہ فنی طور پر بروجی روشنی میں یہ امکان موجود ہے، اس کے بارے میں ہم تو کچھ نہیں کہتے کیونکہ ہمیں تو فنی باریکیوں کا نہیں پتہ ،ہاں اس کی تصدیق محترم جناب کاکاخیل صاحب سے کرائی جائے تو وہ ان مفتیان کرام کو قبول کرنا چاہئے ۔پھر وہ جو بھی وضاحت فرمائیں امید ہے اس پر تفریعات کرتے ہوئے مفتیان کرام اپنی ذمہ داری پوری فرمائیں گے۔مفتیان کرام اگر ناراض نہ ہوں تو ۱۸ درجے کے محققین کے علمی تبحر ملاحظہ فرمانے کے لئے اس فقیر کی دو تحریرات ''کشف الغشاء''اور''کشف السطور'' ملاحظہ فرمالیں۔

لطیفہ:

مفتیان کرام کی خدمت میں اطلاعاً عرض کیا جارہا ہے کہ محترم مؤلف کشف الغطاء کے نزدیک ایک ''تبیین خط ابیض'' ہے، جو ۱۸ درجے پر واقع ہوتا ہے، جبکہ دوسرا ''تبیین فجر'' ہے، جو کہ ان کے نزدیک ۱۵ درجے پر واقع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ مطلب یہ

ہوا کہ محترم کے نزدیک صبح کاذب ۱۵ درجے پر ہی ختم ہوجاتی ہے۔فرماتے ہیں ـــــ ''جو تبیین فجر (نہ کہ تبیین خطِ فجر) پر ختم ہوتا ہے'' ـــــ الحمد للہ اس سے تو قائلین 15 کا مدعا ثابت ہوگیا۔

شوکت علی قاسمی ۱۸ اپریل،۲۰۱۲ء

shaukatswabien@yahoo.com

idarafurqanswabi@yahoo.com

☆☆☆☆☆☆☆